www.wilayattimes.com

بے زبانوں کی آواز اور مستضعفوں کا ترجمان

ہفت روزہ

WILAYAT TIMES

ولایت ٹائمز

سرینگر

اشاعت کا گیارواں سال

جلد:۱۱ ☆شمارہ نمبر:۲۶ ☆تاریخ:۸ جولائی تا ۱۴ جولائی ۲۰۲۵ بمطابق ۱۲ محرم الحرام تا ۱۸ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ ☆صفحات:۴۰

بہرِ حق در خاک و خون گردیدہ است — بس بناءِ لا الٰہ گردیدہ است

امام حسین علیہ السلام حق کی خاطر خاک و خون میں لوٹے؛ اس لیے وہ لا الٰہ کی بنیاد بن گئے۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری میں امام حسینؑ اور کربلا ظلم و ستم کے خلاف استقامت اور اسلام کے حقیقی رہبر کی نشاندہی کا ایک استعارہ ہے۔ کربلا فقط ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ امام حسینؑ کا قیام اور ان کی لازوال قربانی نے اسلام اور انسانیت کو بقا اور حیات بخشی۔

عاشورا کا پیغام:
انصاف، آزادی اور انسانی عظمت کی راہ

نئی دہلی/ولی فقیہ اور انقلاب اسلامی ایران کے رہبر اعلیٰ حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای (مدظلہ العالیہ) کے ہندوستان کیلئے خصوصی نمائندہ آیت اللہ حاج عبدالمجید حکیم الٰہی کا محرم الحرام کے سلسلے میں خصوصی شمارہ کیلئے پیغام کا اردو ترجمہ ولایت ٹائمز کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الإمام الحسین علیہ السلام: "إن لم یکن دین فکونوا أحرارا في دنیاکم"

ترجمہ: اگر تمہارا کوئی دین نہیں تو کم از کم اپنی دنیا میں آزاد انسان بن کر جیو!

ماہِ محرم، گریہ زاری و آگاہی کا مہینہ ہے، انسانی ضمیر کی بیداری اور حسینیؑ آفاقی اقدار سے تجدیدِ عہد کا مہینہ ہے۔ عاشورا صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں، بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے جو ہر دور میں انسانی ضمیر کو جگاتی رہی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو بشریت کو آزادی، عزت اور استقامت کا درس دیتی ہے۔

کربلا کی جنگ حق و باطل کے درمیان معرکہ تھا؛ جہاں مظلومیت نے انسانی عظمت کا سب سے درخشندہ منظر پیش کیا۔ ایثار، آزادی، استقامت اور ذمہ داری و فرض شناس جیسے اوصاف نہ صرف تاریخ کے اوراق پر بلکہ دنیا کے تمام آزاد پسند انسانوں کے دلوں میں نقش و ثابت ہو گئے۔

عاشورا کا پیغام ظلم اور ناانصافی کے خلاف قیام کا حیات بخش پیغام ہے؛ یہ ایک عالمی پیغام ہے ان سب انسانوں کے لیے جو انصاف، آزادی اور انسانی عظمت کے متلاشی ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنے قیام کے ذریعے انسانیت کو یہ سبق سکھایا کہ انحراف، فساد اور استبداد کے خلاف خاموشی اختیار کرنا گناہ اور ہے جبکہ باعزت انسانی زندگی کا قیام حریت ہونے پر ہی استوار ہے۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی امام سید علی خامنہ ای (مدظلہ العالی) بجا طور پر فرماتے ہیں:

"عاشورا کی تحریک ہر دور اور ہر نسل کے لیے ایک مکتب اور درسگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔"

نمائندہ ولی فقیہ ہند آیت اللہ حکیم الٰہی

اس مناسبت سے اور ایامِ عزائے سید الشہداءؑ کی آمد پر "ولایت ٹائمز" کے معزز محققین اور دانشوروں کی خدمت میں عاشورائی ثقافت کی ترویج کے لیے چند نکات پیش خدمت ہیں:

- ☑ ہندوستان میں موجود باصلاحیت اور معزز علماء، محققین اور دانشوروں پر ایک اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عاشورا کے عالمی پیغام کو بہتر اور حقیقی شکل میں بیان کریں خصوصاً ایسے معاشرے میں جہاں عشقِ حسینؑ مذہبی سرحدوں سے ماورا ہو چکا ہے۔ یہ ذمہ داری پہلے سے زیادہ سنگین اور کافی مہم ہے۔

- ☑ علاقائی زبانوں جیسے اردو، عربی، انگریزی اور ہندی میں عاشورا کے پیغام کو علمی، منطقی اور صحیح انداز میں پیش کرنا ضروری ہے تاکہ بین الثقافتی اور بین المذاہب گفتگو کو فروغ دیا جا سکے اور عدل، ایثار اور کرامت انسانی جیسے مشترکہ انسانی اقدار کی بہتر تفہیم حاصل کی جا سکے۔

- ☑ شیعہ اور برصغیر کے مسلم معاشرے کی شناخت سازی میں واقعۂ عاشورا کے کردار پر کی گئی میدانی و علمی تحقیق، ثقافت، آزادگی و ایثار کے تحفظ و ارتقاء کی جانب اسٹریٹجک (حکمت علمی) ایک عملی قدم ہے۔

- ☑ حسینی تعلیمات کی روشنی میں سماجی عدل وانصاف، سیاسی اقدار اور وحدتِ امت جیسے موضوعات کی تجدیدِ فہم کے لیے حوزاتِ علمیہ، یونیورسٹیوں اور تحقیقی مراکز کے مابین علمی تعاون کا فروغ ایک ناگزیر تقاضا ہے۔

- ☑ نئی نسل کے ایسے متعہد اور تخلیقی مفکرین کی تربیت سازی جو عاشورا کے پیغام کو عصرِ حاضر کے تقاضوں اور مختلف زبانوں میں بیان کر کے اسے آئندہ نسلوں تک منتقل کر سکیں، عصر حاضر کے اخلاقی و انسانی بحرانوں کے دور میں اہم ترین ثقافتی ذمہ داریوں میں شمار ہوتی ہے۔

آج کی دنیا جہاں تعصّب، انسانی وقار کی پامالی، جنگ، فتنہ و فساد اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہے، وہاں پیغامِ عاشورا ایک عالم گیر صدائے بیداری کے بطور انسان کو حق کی تلاش، انصاف کی جستجو، حفظ حریت اور انسانی سعادت کی بازیافت کی طرف دعوت دیتی ہے۔

واقعۂ عاشورا ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ظلم کے خلاف بیداری، شعور اور استقامت ہی انسان کو عزت و کامیابی کی منزل تک پہنچاتی ہے۔

میں 'ولایت ٹائمز' کے معزز ادارے، بالخصوص اس کے فاضل محققین اور قابلِ قدر مصنّفین کی علمی، ثقافتی اور میڈیا خدمات پر دلی تحسین پیش کرتا ہوں۔ میری دعا اور امید ہے کہ یہ باوقار ادارہ آئندہ بھی ثقافت عاشورا کی تبیین، معارفِ اہل بیت علیہم السلام کے فروغ اور اسلامی بیداری و دینی عقلانیت کی اشاعت کے میدان میں مؤثر، متحرک اور باعثِ الہام بنا رہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عاشورا: ایک ابدی مشعل راہ

• جب تعلیمات محمدیؐ اور راہ حسینیؑ چھوٹے، ذلت مقدر بنتی ہے
• شعور اور بیداری کی راہ میں ولایت ٹائمز کی نمایاں کوشش

میرواعظ کشمیر مولوی محمد ڈاکٹر عمر فاروق

یہ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ "ولایت ٹائمز" اپنی سابقہ روشن روایت کو برقرار رکھتے ہوئے امسال بھی نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ انسانیت کے انتہائی المناک اور خونین سانحہ واقعہ کربلا کے متعلق سے ایک خصوصی شمارہ شائع کر رہا ہے۔ دراصل سانحہ کربلا اپنے اندر ایک ایسا انقلاب آفرین اور حیات انگیز پیغام رکھتا ہے جو ہر دور کے لوگوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

حضرت امام عالی مقام سیدنا حسینؓ اور آپ کے جانثار رفقائے کرام نے ۶۱ ہجری میں میدان کرب و بلا میں یزید کے ظلم و جبر، مطلق العنانیت اور بے راہ روی کیخلاف جو بے مثال قربانی پیش کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے اسلام کے آفاقی، انسانی اور عالمی قدروں کو حیات جاودانی ملی۔

نواسہ رسول مقبول پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے سرو سامانی کے عالم میں اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھ کر طاغوت اور آمریت کو للکارنے کی کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ اس میں کامیاب رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ عصر حاضر میں مسلم امہ اور عالم اسلام کو جن مصائب، مشکلات اور چلینجز کا سامنا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج بھی دنیا کے مختلف خطوں خاص طور پر غزہ اور دیگر علاقوں میں بے گناہوں اور مظلوموں کا خون بڑی بے دردی سے بہایا جارہا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اور خاص طور پر مسلم قیادت اس غیر انسانی حرکات کے مکمل انسداد سے غافل نظر آرہی ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے نواسہ حضرت امام حسین کی طاغوتی قوتوں کیخلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ جانے کی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے جس کی وجہ سے ذلت اور ادبار جیسے ہمارا مقدر بن چکا ہے۔

میں سمجھتا ہوں اور میرا یہ کامل یقین ہے کہ اگر آج بھی مسلم امہ اپنی شانہ رفتہ کو بحال کرنے کی خواہشمند ہے تو دین اسلام کی آفاقی تعلیمات کو اپنائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

میری دعا ہے کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اللہ تبارک و تعالی اس امت کی زبوحالی پر رحم فرمائے اور ولایت ٹائمز نے محرم الحرام کے سلسلے میں خصوصی محرم نمبر ۱۴۴۷ھ شائع کرنے کا عزم کیا ہے اس کے ذریعہ اور اس میں شامل مضامین، مقالات اور پیغامات کے توسط سے خوابیدہ ذہنوں کو بیدار کرنے کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوسکے۔ آمین

ولایت ٹائمز کے عملے اور جملہ اراکین کو دلی تہنیت اور مبارکباد۔ والسلام

نیک خواہشات کے ساتھ

محمد عمر فاروق

میرواعظ کشمیر و صدر متحدہ مجلس علماء جموں و کشمیر

نہضت عاشورا: آئینہ عدل، تقویٰ اور شہادت

اے دنیائے اسلام کے بیدار ذہنو! اے دلوں میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنے والو!

حجۃ الاسلام والمسلمین آغا سید حسن موسوی صفوی

کربلا تاریخ کی کوئی گزری ہوئی ساعت نہیں، بلکہ ازل سے ابد تک پھیلا ہوا وہ ابدی لمحہ ہے، جو ہر باطل کے ایوان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے، اور ہر صاحبِ ضمیر کو چھیلناڑ کر اٹھاتا ہے۔ کربلا فقط ریت پر بہا ہوا خون نہیں، بلکہ وہ جمالیاتی و معنوی فریاد ہے جو صداقت کو قالبِ جاں عطا کرتی ہے، اور انسان کو اس کے حقیقی مقامِ عبدیت کا شعور بخشتی ہے۔

حضرت سید الشہداء امام حسین بن علی علیہ آلاف التحیۃ والثناء نے ظلم کے خلاف جو قیام کیا، وہ محض ایک سیاسی احتجاج نہ تھا بلکہ وہ توحیدِ ناب کی سب سے بلند تمثیل تھی۔ اُنھوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ عدل وہ صفتِ خداوندی ہے جس کے لیے جان دینا زندگی سے بہتر ہے، اور سر کٹانا، سر جھکانے سے برتر ہے۔

امام حسینؑ نے کربلا کے تپتے ہوئے افق پر جو شمع روشن کی، وہ فقط ظالم وقت کے خلاف ایک مشعل نہ تھی، بلکہ انسان کی فطرتِ ناطقہ کو جگا دینے والی صدائے ازلی تھی۔

ایسی صدا جو بتاتی ہے کہ عدل فقط قانون سے نہیں، بلکہ قربانی، بصیرت، صبر اور صداقت سے جنم لیتا ہے۔

حسینؑ کا قیام ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ عدل ایک فطری مطالبہ نہیں، ایک مقدس فریضہ ہے۔ یہ فریضہ فقط قلم سے نہیں، خنجر کی دھار، پیاس کی شدت، اور معصوم بچوں کی قربانی سے مکمل ہوتا ہے۔

اے اہلِ ایمان!

آج جب دنیا کی فضا ظلم کی صداؤں سے گونج رہی ہے اور ہر یزیدی فکر نئے چہروں میں ڈھل کر ابھرتی ہے تو ہمیں دوبارہ حسینؑ بننے کی ضرورت ہے۔ فکر میں، فہم میں، اور فریاد میں۔

کربلا ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنے وجود کو ایک ایسا آئینہ بنائیں جس میں عدل کی چمک ہو، تقویٰ کی خوشبو ہو، اور شہادت کا رنگ ہو۔

ہمیں وہ امت بننا ہو گا جو فقط محرّم میں آنسو نہ بہائے، بلکہ ہر لمحے میں اپنے وجود سے ظالم پر حجت قائم کرے۔ اسی میں ہماری نجات ہے اور یہی نواسی رسول (ص) امام حسینؑ کا پیغام ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

صدر انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر، دار المصطفیٰ شریعت آباد بڈگام

حضرت عباسؑ کی زندگی اور کربلا کے قیام میں اُن کا کردار

آیت اللہ علیرضا اعرافی

اسلامی جمہوریہ ایران کے تمام حوزات علمیہ کے سربراہ، مجلس خبرگان رہبری کے نائب رئیس اور شہر مقدس قم کے امام جمعہ آیت اللہ علیرضا اعرافی کے محرم خصوصی شمارہ کے حوالے پیغام کا اردو ترجمہ ولایت ٹائمز کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

حضرت ابوالفضل العباسؑ میدان کربلامیں امام حسینؑ کے علمدار اور سپاہ کے ستون تھے، اسی لیے اُن کی زندگی اور کردار کا مطالعہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

ا. حضرت عباسؑ کی ولادت اور ابتدائی زندگی

مختلف اقوال کی بنا پر حضرت عباسؑ کی ولادت ۴ شعبان کو سن ۲۴ سے ۲۶ ہجری کے درمیان ہوئی۔ تاہم سن ۲۶ ہجری کا قول زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ کربلا کے وقت حضرت عباسؑ کی عمر تقریباً ۳۵ سال تھی۔

نام «عباس» کے معنی کے بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں۔ بعض کے مطابق «عباس» جنگل کے شیر کے معنی میں آتا ہے، اسی لیے حضرتؑ کو «شیر غصبناکؑ» کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب «منتہی الأرب» کے مؤلف کے مطابق، «عباس» صیغہ مبالغہ ہے اور یہ نام ان کی بے مثال شجاعت اور ہیبت کا آئینہ دار ہے۔

۲. حضرت عباسؑ کی نمایاں خصوصیات

حضرت عباسؑ کے چند مشہور القاب «ابوالفضل»، «ابوالقربہ» اور «قمر بنی ہاشم» ہیں۔ ان کی شخصیت بے شمار ممتاز اوصاف کی حامل تھی، جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

الف) حضرت عباسؑ کے ظاہری اوصاف

حضرت عباسؑ غیر معمولی حسن و جمال کے حامل تھے، اسی لیے انہیں «قمر بنی ہاشم» (بنی ہاشم کا چاند) کہا جاتا ہے۔ مشہور مؤرخ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب «مقاتل الطالبیین» میں لکھا ہے: «عباس بن علی ایک نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل انسان تھے... لوگ انہیں 'قمر بنی ہاشم' کہتے تھے، اور وہ روز عاشورا امام حسینؑ کے لشکر کے علمبردار تھے۔»[1]

ب) حضرت عباسؑ کا درجہ ایمان اور جہاد

حضرت عباسؑ کی شخصیت کو بہتر جاننے کے لیے معصومینؑ کے فرامین سب سے بہتر ذریعہ ہیں۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللہ عَمِی الْعَبَّاسَ فَلَقَدْ آثَرَ وأَبْلی وفَدی أَخاهُ بِنَفْسِهِ حَتَّی قُطِعَتْ یداهُ فَأَبْدَلَهُ اللہ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُما جناحَین یطیرُ بِهِما مَعَ الْمَلائِکةِ فی الْجَنَّةِ کما جُعِلَ لِجَعْفَرِ بْنِ ابی‌طالب (ع)؛ وَإنّ لِلْعَبّاسِ عِنْدَ اللہِ تَبارَک وَتَعالی مَنْزِلَةٌ یغبِطَهُ بِها جَمیعَ الشُّهدَاءِ یوْمَ القِیامَةِ[2]

«خدا میرے چچا عباسؑ پر رحمت فرمائے، انہوں نے ایثار کا مظاہرہ کیا، آزمائشوں میں کامیاب ہوئے اور اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کر دی، یہاں تک کہ اُن کے دونوں بازو قلم کر دیے گئے؛ تو خداوند متعال نے اُنہیں اُن ہاتھوں کے بدلے میں دو پروں سے نوازا جن کے ذریعے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، جیسے جعفر طیارؑ کو دو پر عطا کیے گئے تھے۔ عباسؑ کے لیے اللہ کے نزدیک ایسی بلند منزلت ہے کہ تمام شہداء قیامت کے دن اُن پر رشک کریں گے۔»

۱. ابوالفرج اصفہانی، ترجمہ مقاتل الطالبین، ص ۸۲.
۲. محمد باقر مجلسی، بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۸.

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

کان عمّنا العباس بن علی، نافذ البصیرۃ صلب الایمان، جاہد مع ابی عبد اللہ وابلی بلاء احسنا و مضی شہیدا۔[۳] «ہمارے چچا عباس بن علیؑ، گہری بصیرت، پختہ ایمان، اور عظیم بینش کے مالک تھے۔ انہوں نے امام حسینؑ کے ہمراہ جہاد کیا، بہترین ایثار کا مظاہرہ کیا اور شہادت پا کر امر ہو گئے۔»

ج) حضرت عباسؑ کا مقام اہل بیتؑ کی نظر میں

امام زمانہؑ «زیارت ناحیہ مقدسہ» میں حضرت عباسؑ کو یوں سلام پیش فرماتے ہیں:

السَّلَامُ عَلَى أَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الْمُوَاسِي أَخَاهُ بِنَفْسِهِ الْآخِذِ لِغَدِهِ مِنْ أَمْسِهِ الْفَادِي لَهُ الْوَاقِي السَّاعِي إِلَيْهِ بِمَائِهِ الْمَقْطُوعَةِ يَدَاهُ ۔

«سلام ہو ابوالفضل العباسؑ پر، جو امیرالمؤمنینؑ کے فرزند اور اپنے بھائی (حسینؑ) کے سچے معاون تھے، جنہوں نے اپنی جان سے وفاداری کا حق ادا کیا، اپنے کل کو اپنے آج سے سنوارا، خود کو قربان کیا، ان کے لیے ڈھال بنے، اور جب اُن کے ہاتھ قلم ہو گئے تب بھی پانی لانے کی سعی میں کوشاں رہے۔»

کتاب «معالی السبطین» میں مذکور ہے کہ عرب کے مشہور مرثیہ گو، شیخ محمد رضا ازری، جب حضرت عباسؑ کی شہادت کے حوالے سے امام حسینؑ کی زبان سے ایک مرثیہ لکھنا چاہتے تھے تو انہوں نے پہلا مصرع لکھا:

«یوم ابوالفضل استجار بہ الہدی»

(روز عاشورا وہ دن تھا جب امامِ ہدایت نے حضرت ابوالفضلؑ کی پناہ لی)

پھر وہ رُک گئے کہ شاید یہ جملہ مناسب نہ ہو۔ اُسی رات اُنہیں خواب میں امام حسینؑ کی زیارت ہوئی۔ امامؑ نے فرمایا:

«جو کچھ تم نے کہا، وہ درست ہے۔»

پھر دوسرا مصرع بھی خود فرمایا:

«والشمس من کدر العجاج لثامہا»

(اُس دن گرد و غبار کی شدت سے سورج نے بھی نقاب اوڑھ لیا تھا)

۳. حضرت عباس علیہ السلام کے عظیم کارنامہ اور خطبات

حضرت عباس علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کے علمبردار اور لشکر کے ستون تھے، اور یہی وجہ تھی کہ یزیدی لشکر نے آپ کو امام کے ساتھیوں سے الگ کرنے کے لیے تدبیریں سوچیں۔ مثال کے طور پر، شمر بن ذی الجوشن ضبابی نے ابن زیاد سے حضرت عباس علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے لیے امان نامہ حاصل کیا اور انہیں امام حسین علیہ السلام کا ساتھ چھوڑنے کی دعوت دی۔

لیکن حضرت عباس علیہ السلام اپنے امام کے اتنے مطیع تھے کہ شب عاشور بھی امام کی اجازت کے بغیر دشمن کو کوئی جواب نہ دیا۔

جب ابن زیاد کی طرف سے جنگ کا حکم آیا اور شمر نے آواز دی:

أَيْنَ بَنُو أُخْتِي عَبْدُ اللهِ وَ جَعْفَرُ وَ الْعَبَّاسُ وَ عُثْمَانُ۔

«کہاں ہیں میرے بھانجے؟ عبد اللہ، جعفر، عباس اور عثمان؟»

تو حضرت عباس علیہ السلام خاموش رہے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أَجِيبُوهُ وَ إِنْ كَانَ فَاسِقاً فَإِنَّهُ بَعْضُ أَخْوَالِكُمْ

«اسے جواب دو، اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو، آخر تمہارا خالہ زادہ ہے۔»

امام کی اجازت کے بعد، حضرت عباس علیہ السلام شمر سے مخاطب ہوئے اور مقصد پوچھا۔ شمر نے کہا:

يَا بَنِي أُخْتِي أَنْتُمْ آمِنُونَ فَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ مَعَ أَخِيكُمُ الْحُسَيْنِ (ع) وَ الْزَمُوا طَاعَةَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدَ

«اے میرے بھانجے! تم امان میں ہو، اپنے آپ کو حسین کے ساتھ ہلاک نہ کرو، اور یزید کی اطاعت قبول کر لو۔»

حضرت عباس علیہ السلام نے جواب دیا:

تَبَّتْ يَدَاكَ وَ لُعِنَ مَا جِئْتَ بِهِ مِنْ أَمَانِكَ يَا عَدُوَّ اللهِ أَتَأْمُرُنَا أَنْ نَتْرُكَ أَخَانَا وَ سَيِّدَنَا الْحُسَيْنَ بْنَ فَاطِمَةَ (ع) وَ نَدْخُلَ فِي طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ وَ أَوْلَادِ اللُّعَنَاءِ

«تیرے ہاتھ ٹوٹیں و گر جائیں، تم اور تیرے امان نامہ پر لعنت اے دشمنِ خدا! کیا تو چاہتا ہے ہم اپنے بھائی اور سردار، فاطمہ زہرا علیہا السلام کے لختِ جگر حسین علیہ السلام کو چھوڑ کر لعنتی یزیدیوں کی اطاعت کریں؟!»

شمر اس جواب پر سخت غصے میں آ کر واپس چلا گیا۔

حضرت عباس علیہ السلام کا وفاداری کا اظہار

شب عاشورا، امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا:

أَلَا وَ إِنِّي لَأَظُنُّ يَوْماً لَنَا مِنْ هَؤُلَاءِ أَلَا وَ إِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ فَانْطَلِقُوا جَمِيعاً فِي حِلٍّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ حَرَجٌ مِنِّي وَ لَا ذِمَامٌ هَذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا

«یقیناً مجھے ان لوگوں سے کل سخت دن کی توقع ہے۔ تم سب آزاد ہو، میرے عہد سے بری الذمہ ہو۔ رات کا اندھیرا ہے، اس سے فائدہ اٹھا کر چلے جاؤ۔»

اس پر سب سے پہلے حضرت عباس علیہ السلام نے وفاداری کا اعلان کیا اور فرمایا:

لِمَ نَفْعَلُ ذَلِكَ لِنَبْقَى بَعْدَكَ لَا أَرَانَا اللهُ ذَلِكَ أَبَداً

«ہم ایسا کیوں کریں؟ تاکہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟! خدا کبھی ہمیں ایسا دن نہ دکھائے!»

یہ بصیرت، آگاہی اور امام وقت کی مکمل شناخت کا عملی اظہار تھا۔

حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت

عصر عاشورا، جب تمام اصحاب شہید ہو چکے تھے، حضرت عباس علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کی تنہائی برداشت نہ کر سکے۔ عرض کیا:

«بھائی جان! اجازت دیں میدان میں جا کر قربانی دوں۔»

امام حسین علیہ السلام رو پڑے اور فرمایا:

«بھائی! تم تو میرے علمبردار ہو۔»

حضرت عباس نے عرض کیا:

فِدَاکَ رُوحُ أَخِيکَ يَا سَيِّدِی! قَدْ ضَاقَ صَدْرِی مِنْ حَيَاةِ الدُّنْيَا، وَ أُرِيدُ أَخْذَ الثَّارِ مِنْ هَؤُلَاءِ الْمُنَافِقِينَ

«میری جان آپ پر قربان اے میرے بھائی! دنیا کی زندگی سے میرا دل بھر چکا ہے، ان منافقوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔»

امام نے فرمایا:

إِذَا غَدَوْتَ إِلَى الْجِهَادِ فَاطْلُبْ لِهَؤُلَاءِ الْأَطْفَالِ قَلِيلًا مِنَ الْمَاءِ

«اگر میدان میں جانا چاہتے ہو، تو پہلے ان بچوں کے لیے کچھ پانی کا انتظام کرو۔»

قمر بنی ہاشم نے مشکیزہ لیا اور دشمنوں سے پانی مانگا، لیکن انکار کے بعد واپس امام کے پاس آ کر صورت حال بتائی۔ بچوں کی «العطش» کی صدائیں سن کر عباس پھر سے شریعہ فرات کی طرف لپکے۔ دشمنوں پر حملہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لا أرہب الموت إذا الموت رقا
حتی اواری فی المصالیب لقا
نفسی لنفس المصطفیٰ الطہر وفا
إنی أنا العباس أغدو بالسقا

مجھے موت کا کوئی خوف نہیں،
کیونکہ موت انسان کو کمال عطا کرتی ہے،
جب تک کہ میرا جسم، بہادروں کے جسم کی طرح،
میدانِ جنگ میں خاک میں نہ چھپ جائے۔
میری جان، پاک و طیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان پر قربان ہے۔
میں ہوں عباسؑ، میرا لقب ہے سقّا (پانی پلانے والا)،

حضرت عباس علیہ السلام نے اس حملے میں دشمنوں کو منتشر کر دیا؛ شریعہ (دریا فرات کے کنارے) کے نگہبانوں پر حملہ کیا، بڑی تعداد کو ہلاک کیا اور پانی تک پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالا اور انہیں منہ کے قریب لائے، لیکن جیسے ہی امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کے خشک لب یاد آئے، تو پانی کو واپس شریعہ میں ڈال دیا۔ پھر مشکیزہ کو پانی سے بھر کر خیموں کی طرف روانہ ہوئے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

(مترجم ولایت ٹائمز)

---

۳. سید محسن امین، اعیان الشیعہ، ج ۷، ص ۴۳۰.
۴. محمد باقر مجلسی، بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۶۶.
۵. علی خیابانی تبریزی، وقایع الایام در احوال محرم الحرام، ص ۴۱۸، مہدی حائری مازندرانی، معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۶۹ و ذبیح اللہ محلاتی، فرسان الہیجاء، ج ۱، ص ۱۹۰
۶. خطبہ نماز جمعہ میبد، ۱۳۷۶/۰۲/۲۶، شمارہ ثبت اشراق ۴۰۴۷
۷. علی بن موسی (ابن طاووس)، اللہوف فی قتلی الطفوف، ص ۸۸.
۸-۹-۱۰. ہمان.
۱۱. محمد باقر مجلسی، بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۲.
۱۲. ہمان، ص ۳۹۳.
۱۳. محمد مہدی حائری مازندرانی، معالی السبطین فی احوال الحسن و الحسین (علیہما)، ج ۱، ص ۴۴۱.

قیام عاشورا: تجدید دین اور بیداری امت کا پیغام

امام حسین علیہ السلام کی اتباع میں معاشرتی بگاڑ کا علاج اور کشمیری قوم کی نجات یقینی ہے

وسیم رضا قمی کشمیری

نواسہ رسول ﷺ سرکار سید شہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا قیام ایک ایسے دور میں وقوع پذیر ہوا جب اسلامی معاشرہ بنی اُمیہ کے جابر حکمران یزید بن معاویہ کے زیر اقتدار تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ دینی اقدار پامال اور نابود ہو رہی تھیں، آسمانی احکام فراموش کیے جا رہے تھے اور روحِ اسلام زوال کا شکار تھی۔ ایسے سنگین حالات میں امام حسینؑ نے صرف ایک سیاسی انکار نہیں کیا بلکہ ایک توحیدی نہضت کا آغاز کیا جس کا مقصد اسلام کے حقیقی چہرے کو محفوظ رکھنا اور امت کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا تھا۔

آپؑ نے اپنی عظیم قربانی کے ذریعے نہ صرف دینِ محمدی کو حیاتِ نو عطا کی بلکہ ظلم کے خلاف قیام اور حق کے لیے جان نثاری کو تا روز قیامت ایک ابدی مثال بنا دیا۔

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رستگاری کے لیے بے شمار مشقتیں برداشت کیں اور آپؐ کے بعد یہ مقدس فریضہ آپؐ کے پاک و طاہر اہل بیت اطہار علیہم السلام نے اسلامی تعلیمات کی تشریح و ترویج کے ذریعے اس عظیم رسالت کو آگے بڑھایا۔

یہ وہ سوال ہے جو ہر زندہ دل، آزاد فکر اور تعصب سے پاک ذہن میں بار بار گونجتا ہے: آخر ایسا کیا ہوا کہ فرزند رسول (ص(کو مدینہ چھوڑ کر کربلا کی جانب سفر کرنا پڑا؟ کیوں انھیں قلیل سے جانثاروں کے ہمراہ میدانِ کرب و بلا میں قیام کرنا پڑا؟ آپ نے کیوں اپنے عزیزوں، جان نثار اصحاب، معصوم بچوں کے خون اور پاکیزہ خواتین کی اسیری کو ترجیح دی؟ آخر وہ لمحہ کیسا تھا جب نواسۂ رسول ﷺ تنہا رہ گیا؟ کیا امت یزیدی ظلم اور سیسٹم پر خاموش اور راضی ہو گئی تھی؟ کیا دل مردہ، ضمیر سو چکے تھے، یا حق کی پہچان مصلحتوں کے پردوں میں گم ہو گئی تھی؟

مشہور مورخ مسعودی (۲۸۰–۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

یزید نے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک اختیار کیا جیسا فرعون کیا کرتا تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فرعون کا برتاو اس سے بہتر اور نرم تھا۔ (۱)

نہضت عاشورا کے آغاز سے کچھ قبل ایک دن مدینہ میں امام حسین علیہ السلام کی مروان بن حکم سے ملاقات ہوئی۔ مروان نے امام کو یزید کی بیعت کرنے کا مشورہ اور زور دیا۔

اس پر امام حسین علیہ السلام نے جلال میں فرمایا:

وإنّا لِلّٰہِ وَإنّا اِلَیْہِ راجِعُونَ وَعَلَی الاِسْلامِ السَّلامُ اِذ قَدْ بُلِیَتِ الاُمَّةُ بِراعٍ مِثْلَ یَزیدَ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ یَقُولُ: اَلْخِلافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلی آلِ اَبی سُفیانَ۔(۲)

"جب بھی اسلام کی باگ ڈور یزید جیسے فاسق کے ہاتھ میں ہو تو ایسے میں اسلام کی فاتحہ پڑھنا چاہیے۔ میں نے اپنے جد سے رسول خدا ﷺ کو سنا کہ وہ فرماتے تھے: خلافت خاندان ابوسفیان پر حرام ہے".

اسی دوران مروان بن حکم غصے سے چیخ پڑا:

"میں تمھیں ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تم یزید کی بیعت نہ کرلو! تم، علیؑ کے فرزند، آلِ ابوسفیان سے دل میں پرانی رنجش رکھتے ہو، اور بجا ہے کہ تم ان سے دشمنی کرو اور وہ بھی تم سے دشمنی کرتے ہیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

دور ہو جا اے پلید! ہم اہلِ بیتِ عصمت و طہارت رسول ہیں، اللہ نے ہمارے متعلق اپنے نبی پر یہ وحی نازل فرمائی ہے:

«إِنَّمَا یرِیدُاللّٰہ لِیذْهِبَ عَنکمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیتِ وَ یطَهِّرَکمْ تَطْهِیرًا»؛ (۳)

ترجمہ: یقیناً اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہل بیت! آپ سے دور رکھے اور آپ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے سرزمین وحی اور شہر مدینہ سے کربلا تک اپنی حرکت کے دوران مختلف مواقع پر خطبے اور سخنرانیاں ارشاد فرمائیں، جن میں آپ نے اپنے قیام کے مقاصد اور اسباب کو واضح اور روشن کیا۔ یہ خطبات اور فرامین نہضت عاشورا کی تاریخ کا نہایت قیمتی سرمایہ ہیں اور امام حسینؑ کے اہداف و محرکات کو سمجھنے کے لیے بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔

اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام وصیت نامہ میں امام حسین بن علی (ع) لکھتے ہیں:

وَاَنّی لَمْ اَخْرُجْ اَشِراً وَلا بَطِراً وَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً وَانَّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ اْلا صْلاحِ فِی اُمَّةِ جَدّی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ اُریدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاَسیرَ بِسیرَةِ جَدّی وَاَبی علی بْنِ اَبی طالِبٍ.(٤)

میں سرکشی اور مقام یا جاہ طلبی کی خاطر یا ظلم و فساد برپا کرنے کی خاطر نہیں نکلا ہوں بلکہ میرا مقصد صرف اپنے نانا محمد مصطفیٰ) ص(کی امت کی اصلاح کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور اپنے بابا امیرالمومنین علی (ع) کی سیرت پر عمل پیرا ہونا ہے۔

امام حسینؑ کے قیام کے اہم اہداف (حضرتؑ کے مختلف اقوال کی روشنی میں):

اسلام اور سنتِ مصطفیٰؐ کی تجدید:

آفتاب امامت کی تیسری کڑی اور جانشین رسول اللہ (ص) حسین بن علی علیہ السلام کا قیام اُس وقت کے تحریف شدہ اسلامِ کو اپنی حقیقی اور اصل شکل و صورت میں واپس لانے کی ایک نورانی کوشش تھی۔ امام نے اعلان فرمایا کہ میرا مقصد فقط دینِ محمدیؐ کو زندہ کرنا اور سیرتِ نبیؐ کو معاشرے میں بحال کرنا ہے، جسے باطل حکمرانوں نے مسخ کر دیا تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احیاء:

حضرتؑ نے یزیدی حکومت کو گمراہی، فحاشی اور دین دشمنی کا علمبردار قرار دیا۔ آپؑ کا قیام ایک الٰہی فریضے کی ادائیگی تھا تاکہ معاشرے کو نیکی کی طرف راغب کیا جائے اور برائی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔

ظلم و جبر کے خلاف قیام:

امام حسینؑ نے نہ صرف ظلم کے خلاف آواز بلند کی بلکہ اپنی جان، خاندان اور اصحاب کی قربانی دے کر یہ ثابت کر دیا کہ ظلم کے سامنے سر جھکانا عزتِ انسان کے خلاف ہے۔ آپؑ کی جدوجہد عدل و انصاف کی ابدی علامت بن گئی۔

اصلاحِ امت:

آپؑ نے فرمایا کہ میں اس لیے نکلا ہوں تاکہ اپنی امت کی اصلاح کروں۔ امام حسینؑ کا قیام ایک اصلاحی تحریک تھا جو بگڑے ہوئے دینی و اخلاقی نظام کو سدھارنے، امت کو بیدار کرنے اور اسلامی معاشرتی اور انسانی اقدار کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے تھا۔

انسانی عظمت و وقار کا دفاع:

یزید کی حکومت نے انسانی حرمت و شرافت کو پامال کر دیا تھا۔ امام حسینؑ نے اپنے قیام کے ذریعے انسان کو اُس کے شرف، آزادی اور کرامت کا احساس دلایا، اور یہ پیغام دیا کہ انسان کو کبھی بھی ذلت و پستی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں ہونا چاہیے۔

راہِ انبیاء و ائمہ کا تسلسل:

امام حسینؑ نے اپنے قیام کو اُس الٰہی مشن کا حصہ قرار دیا جو انبیائے کرام اور آئمہ ہدیٰ نے اپنی زندگیاں وقف کر کے جاری رکھا تھا۔ آپؑ نے خود کو اس نورانی قافلے کا وارث اور محافظِ دینِ حق کے طور پر متعارف کروایا۔

آج تک بے شمار کتابیں، مقالات اور مجلات کربلا کے اہداف کے موضوع پر تحریر کی گئی ہیں، اور سال بھر شہدائے کربلا کی یاد میں خطابات اور تقاریر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تاہم، کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے نہضتِ عاشورا کے تمام پہلوؤں اور اہداف کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس کی اَصل وجہ یہ ہے کہ کربلا ایک الٰہی حقیقت ہے، جو حق کا سرچشمہ اور عرشِ اعلیٰ سے متصل ہے۔ ہماری پیاس بجھ سکتی ہے، مگر یہ دریا کبھی خشک نہیں ہوگا؛ جو جتنا اخلاص، بصیرت اور ظرف لے کر آئے گا، اتنا ہی اس بحرِ حقیقت سے فیضیاب ہوگا اور راہِ سعادت پر گامزن ہوگا۔

آج کی دنیا بہت حد تک صدرِ اسلام اور امام حسین علیہ السلام کے زمانے کی مانند ہو چکی ہے اور اگر شیطان کسی معاشرے یا انسان کو راہِ راست سے ہٹانا چاہے، تو اپنے لشکر کے ذریعہ تین اہم ہتھیاروں سے کام لیتا ہے: لالچ، دھمکی اور پروپیگنڈہ!

اگر ہم آج روئے زمین پر بہشت کا لقب حاصل کرنے والی کشمیر کے گوشہ و اطراف پر ایک نگاہ ڈالیں تو فتنہ انگیز خطباء و متضاد سخنرانان، فریب و جھوٹ، فسق و فجور، فحاشی و بے حیائی، رقص و موسیقی، بد خلقی و عریانی، شراب و منشیات، طلسم و نیرنگ، سحر و جادوگری، سودخوری و مادہ پرستی، طمع و حسد، تجمل گرایی، ماحولیاتی آلودگی اور نکاح جیسے مقدس بندھن کو سخت اور کٹھن بنانے جیسے سنگین بدعات و انحرافات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ان گمراہ کن رجحانات کا بروقت سدباب نہ کیا گیا تو یہی سب مہلک رویّے ہماری آئندہ نسل کو گمراہی کی کھائی کے کنارے لا کھڑا کریں گے۔

کیا یہ تلخ حقیقت نہیں کہ کشمیر کی نسل جدید منشیات اور شراب کے دلدل، فحاشی اور دیگر برائیوں کی لت میں بری طرح گرفتار ہو چکی ہے۔ سرکاری و غیر سرکاری اعداد شمار کے مطابق تقریباً ۱۵ لاکھ کے قریب منشیات کے عادی لوگ ہیں جن میں اکثر نوجوان اور ۱لاکھ سے زائد خواتین شامل ہیں۔ ایسے حالات میں عاشورایی نہضت سے الہام لیکر اپنے سماج کو بدلا جاسکتا ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال (رح) نے کیا خوب کہا ہے:

رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا افروختیم (۵)

محرم الحرام ہمیں یہ موقع دیتا ہے کہ ہم اپنے نفس، معاشرے اور اپنی نسل کا محاسبہ کریں۔ وادی کشمیر اولیاء، سادات، صوفیاء اور علمائے ربانی کا مسکن رہی ہے، جس کے روحانی ورثے کی حفاظت ہی حسینی مشن کی حقیقی پیروی ہے۔

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ جیسے کہ اخبارات، میڈیا، سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز، تبلیغ و معارف کی تبیین اور اصلاح کے مؤثر ستون بن چکے ہیں۔ صاحبانِ عقل و دانش پر یہ دینی و انسانی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ میدان میں وارد ہوکر قوم میں موجود بے مثال صلاحیتوں کو معاشرے کی اصلاح، سربلندی اور انسان کو جہالت و زوال کے گرداب سے نجات دلانے کے لیے استعمال میں لائیں۔

آئیے! سب ملکر بلا تفریق مسلک و مذہب اپنے وطن عزیز کشمیر کہ جسے پیروار اور ریش وار کا لقب حاصل ہے کی شان رفتہ کو بحال اور دوبارہ بہشت بنائیں۔۔

آئیے! من حیث القوم شفاف معاشرے کی تشکیل کیلئے یکدست ہوجائیں۔ یہی آنحضرت کے ۱۲ویں جانشین منجی عالم بشریت امام مہدیؑ کے فرج کی زمینہ سازی کیلئے ایک عظیم حرکت اور شہدائے کربلا کی خوشنودی اور رضائے پروردگار کا ذریعہ ہے۔

علامہ اقبال (رح):

کھُلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی
گیا دَورِ حدیثِ 'لن ترانی'
ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی، وہی آخر زمانی!

اَللّٰهُمِّ اجْعَلْ مَحْيایَ مَحْيا مُحَمِّدٍ وَ آلِ مُحَمِّدٍ وَ مَماتی مَماتَ مُحَمِّدٍ وَ آلِ مُحَمِّدٍ۔

اسلامی جمہوریہ ایران میں مقیم کشمیری مذہبی اسکالر اور محقق، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ حوزہ علمیہ قم میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اور ادارہ ولایت ٹائمز کے بانی مدیر اور سرپرست اعلیٰ ہیں۔

منابع:

۱)مروج الذہب، ج۳، ص ۶۸.

۲) موسوعة كلمات الامام الحسين عليه السلام ۲۸۵، ح۲۵۲، بحارالأنوار، ج ۴۴، ص ۳۲۶، العوالم، ج ۱۷، ص ۱۷۵، اعیانالشیعہ ج ۱ص ۵۸۸، ملہوف (لہوف)، ص ۹۹، مثیرالاحزان، فارسی، ص ۹۹، مقتل الحسین خوارزمی ص

۳)سورہ احزاب، آیت ۳۳

۴) موفق بن احمد خوارزمی، مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۸۸. مقتل عوالم، ص ۵۴، محمد باقر مجلسی: بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۲۹ و شیخ عباس قمی: نفس المہموم، ص۶۹، سید عبد الرزاق مقرم: مقتل الحسین، ص۱۳۹، مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص۸۹، ابن اعثم کوفی: الفتوح، ج ۵، ص۲۱

۵)(رمز بیخودی، اقبال لاہوری)

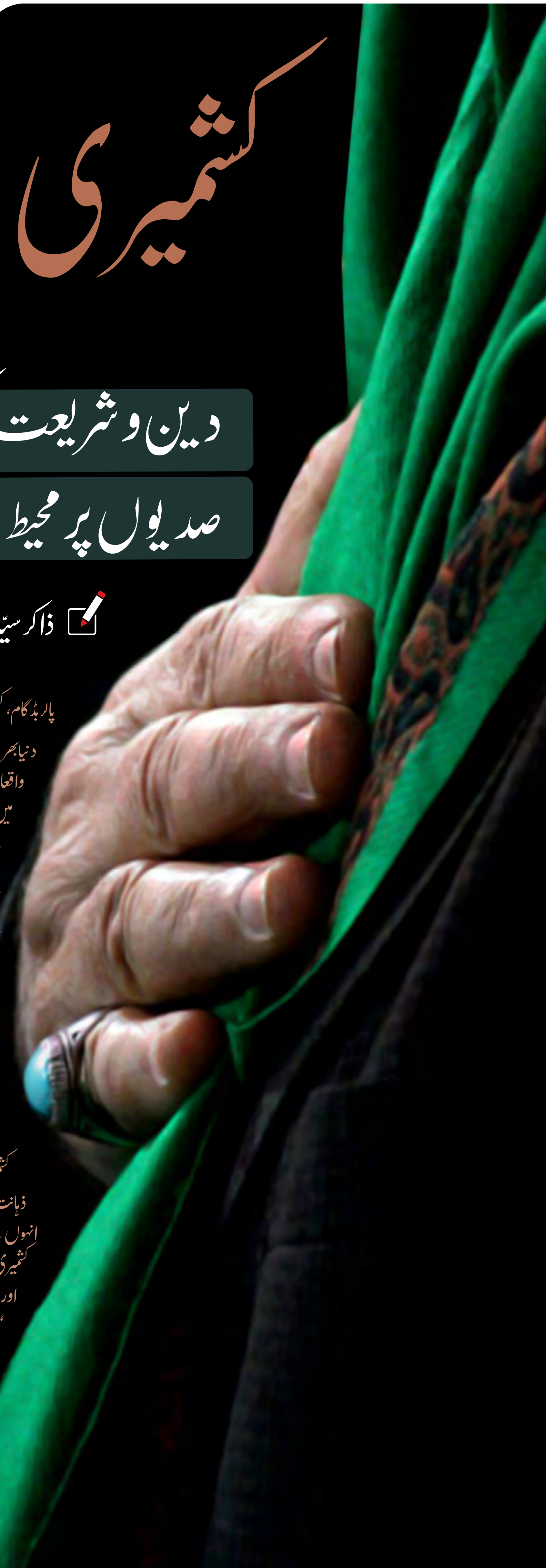

کشمیری مرثیہ

دین و شریعت کی اشاعت کا فیض رساعظیم منبع اور صدیوں پر محیط قیمتی سرمایہ ہے

ذاکر سیّد انیس موسوی

پالربڈ گام، کشمیر

دنیا بھر میں جہاں کربلائیات کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام اور آپ کے شرکاءِ شہادت شہداء علیہم السلام کے واقعاتِ مصائب کو منظوٗم جامہ پہنایا گیا ہے وہیں کشمیر میں" کشمیری مرثیہ "کا وجود بھی ملتا ہے۔ کشمیری مرثیہ کے حلیہ میں مخصوص سادگی، درد اور روحانیت پائی جاتی ہے۔ گرچہ کشمیر کے مرثیہ نگاروں نے عربی، فارسی کے امتزاج سے ایسا اسلوب تخلیق کیا جو کہ سامعین کے دل پر براہِ راست اثر کرتا ہے تاہم چند شعراء نے مکتبِ لکھنو سے متاثر ہو کر بھی مرثیہ کہی لیکن کشمیری مرثیہ میں مقامی رنگ ہی غالب رہا۔

کشمیری مرثیہ صرف ایک ادبی اظہار نہیں بلکہ ایک دینی، روحانی اور ثقافتی سرمایہ ہے۔ یہ نہ صرف شہدائے کربلا کی یاد کو زندہ رکھتا ہے بلکہ ایک قوم کی شناخت اور ایمان کی علامت بھی ہے۔ کشمیری مرثیہ حضراتِ اھل البیت علیہم السلام کے محض مصائب پر ہی نہیں بلکہ کشمیری مرثیہ کا بڑا حصہ ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کی تعلیمات پر مبنی ہے کہ جس میں توحید اور نعتِ محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انتہائی اہمیت سے کام کیا گیا ہے۔

فیم زانن سو خنج قحط سالی اتھ منز متاع نعتُک چھ گرانے
بہ خالی از بضاعت جنسِ غالی کرس کیا پیشکش چھُس گیرِانے

(مضمونِ یوسف۔ حصہ نعت: حکیم حبیب اللہ)

کشمیری مرثیہ دنیا بھر کی تمام زبانوں کی مراثی سے بلکل الگ اور جدا ہے۔ کشمیری شاعروں نے اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت سے مرثیہ نگاری کا ایک انوکھا اور نرالا طریقہ اختیار کیا جو صرف کشمیر سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ انہوں نے نئے اصول وضع کر کے مرثیوں کا ایک ایسا فن ایجاد کیا جسکی نظیر دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔ جسطرح کشمیری مرثیہ باقی مرثیوں کی نسبت مختلف ہے اسی طرح کشمیر میں مرثیہ پڑھنے کا طریقہ باقی ممالک سے بالعموم اور ہندو پاک سے بالخصوص بلکل الگ اور مختلف ہے۔ کشمیر میں جو گانا مروج ہے اسکو چھکر کہا جاتا ہے۔ "چھکری اور روف یا ونہ ون" زمانہ قدیم سے ہی کشمیر میں اجتماعی طور پر گایا جاتا تھا اور حال میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے بلکہ مُردوں کا بین بھی کشمیر میں عورتیں اجتماعی طور پر کرتی ہیں جسکو کشمیری میں "رینٹ" کہتے ہیں۔ الغرض یہاں کی ثقافت اور مذہب پر مبنی پروگرامز اجتماعی طور پر انجام دئے جاتے تھے تو اسی تناظر میں کشمیری شاعروں نے عوام کے رجحان کو بانپ کر اسی طریقے پر کشمیری مرثیہ تخلیق فرمائی۔ جس طرح میر سیّد علی ھمدانی نے کشمیریوں کی اس فطری رجحان کو مد نظر رکھتے ہوئے "اورادِ فتحیہ" منظوم کئے جو اجتماعی طور پر بلند آواز میں پڑھے جاتے ہیں۔

کشمیری مرثیہ کے ادا کرنے کا انداز اتنا دلچسپ اور پُر لطف ہے کہ کشمیر کے اکثر غیر شیعہ اور غیر مسلمان حضرات بھی اسکے طریق سے متاثر ہوتے رہے ہیں۔ کشمیر کے موضع بالہامہ کا ایک غیر مسلم پنڈت پوشکر ناتھ کی ذکر ایسے مقامات پر کرنا انتہائی ضروری ہے کہ جو کشمیری مرثیہ سے اس قدر متاثر تھا کہ باضاطہ اسکے وزن اور اسکے رموز سے کافی حد تک واقف تھا اور کئی مرتبہ بڑی مجالس میں کشمیری ذاکر کو مرثیہ ادا کرتے وقت پنڈت پوشکر ناتھ نے وزن اور اصطلاحی پیچیدگیوں پر مداخلت کی ہے۔

کشمیری مرثیہ کا اپنا ایک خاص وزن (طرز) ہوتا ہے جو کہ خود اسکے تخلیق کار یا کسی خاص ذاکر نے بنایا ہوتا ہے اور کشمیر میں اب تک مرثیہ اپنے اُسی خاص وزن (طرز) سے پڑھی جارہی ہیں اور کسی بھی شخص کو اسکے وزن کو تبدیل کرنا انتہائی معیوب مانا جاتا ہے۔ گرچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کشمیری مرثیہ کے کئی ذاکرین نے اپنی آواز کی کوتاہیوں کو چھپانے کیلئے مرثیہ کا وزن کسی نہ کسی مقام پر قدرے تبدیل کر بھی لیا لیکن وادی میں مقیم اہلِ نظر کی نظر میں ایسے اقدامات ہدفِ تنقید ہیں۔

"مرحوم آیۃ اللہ آغا سید محمد باقر النجفی کے چہلم کی مناسبت سے عالمی شہرت یافتہ برِ صغیر کے معروف عالم دین آیۃ اللہ سید عقیل الغروی جب وادی کشمیر تشریف لائے اور یہاں پر اُنہیں کشمیری مرثیہ کی خدمات اور فنی کمالات سے متعارف کروایا گیا اور بالخصوص خطیبِ منبر کی مجلس عزاء کی خطابت کے بعد مخصوص انداز میں کشمیری مرثیہ کی ادائیگی (واڑھ) کے متعلق انہیں توضیحات پیش کی گئیں تو انہوں نے عش عش کرتے ہوے فرمایا:

"در حقیقت، وادی کشمیر کے جلیل القدر بزرگوں نے عزاداری کے اسلوب کو جو وقار، عظمت اور انفرادیت عطا کی ہے، وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنی دینی شناخت کو محفوظ رکھا بلکہ کشمیری مرثیہ کی صورت میں ایسا قیمتی ثقافتی اور روحانی ورثہ چھوڑا جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ جب میں نے یہاں کے مخصوص طرزِ عزاداری، خاص طور پر مرثیہ خوانی اور ماتمی آداب کا مشاہدہ کیا تو دل نے بے اختیار گواہی دی کہ باقی ممالک کی عزاداری، اس عظیم اور عارفانہ انداز کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ یہاں کی عزاداری صرف رسم نہیں، بلکہ ایک شعور آفریں روحانی تجربہ ہے"

کشمیری مرثیہ کا ایک فخریہ اعزازیہ بھی ہے کہ یہ برِ صغیر کی پہلی موضوعی مرثیہ ہے اس سے پہلے برِ صغیر میں موضوعی مرثیہ کا کوئی بھی وجود نہ تھا۔ پھر بیسویں صدی میں ہندوستان میں ایک غیر مسلم شاعر دلّو رام کوثری نے "حسین اور قرآن" کے عنوان سے موضوعی مرثیہ لکھی اور اردو میں موضوعی مرثیہ کا آغاز کیا لیکن کشمیری مرثیہ میں آج سے قبل دو سو یا ڈھائی سو سال موضوع کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔ برِ صغیر میں موضوعی مرثیہ کا رواج نہ تھا محض کشمیری شعراء نے اسکا آغاز کیا اور پانچ سو سے زائد مرثیہ تخلیق کئے۔ ہر ایک مرثیہ میں قریباً پانچ سو یا سات سو مصرعے ہیں اور کتنی ہی ایسی مراثی ہیں جو کہ ایک ہزار مصرعوں پر مشتمل ہیں۔ کشمیری شعراء نے اپنی مرثیوں کو "مضمون" کا نام دیا۔ کسی شاعر نے سمندری جہاز میں سفر کے دوران سمندری سفر کی تمام ترلذّتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد "مضمونِ جہاز" لکھا تو کسی نے علمِ جفر کی تمام باریکیوں اور دقّتوں کو ملحوظِ نظر رکھ کر "مضمونِ جفر" لکھا۔ اسی طرح کشمیری مرثیہ میں موضوع کی نہایت رعایت رکھتے ہوئے یہاں کے شعرائے کرام نے سینکڑوں کی تعداد میں مرثیہ تصنیف فرمائی جن میں مضمونِ کبریائی، مضمونِ سکندری، مضمونِ بیاض، مضمونِ نصرت، مضمونِ حج، مضمونِ اجتہاد، مضمونِ علوم، مضمونِ نحو، مضمونِ چراغ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

کشمیری مرثیہ برِ صغیر کی پہلی موضوعی مرثیہ:

جیسا کہ ذکر ہوا کہ یہ برِ صغیر کی پہلی موضوعی مرثیہ ہے ہر ایک مضمون میں مصنّف نے موضوع کا نہایت ہی خیال رکھا ہے اور کسی بھی جگہ موضوع پر سمجھوتہ ہرگز نہ کیا۔ چونکہ ہر مضمون کے پانچ باب (پڑاو) ہوتے ہیں جس میں پہلا باب جو کہ توحید پر مبنی ہے "حمد" کہلاتا ہے۔ دوسرا باب جو محض سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کے نعت پر مبنی ہے اُسکو "نعت" کہتے ہیں، تیسرا باب جو حضراتِ ائمہ ھُدیٰ علیہم السلام کے فضائلات اور تعلیمات پر مشتمل ہے اسکو "مدح" یا "حصہ منقبت" کہا جاتا ہے پھر اسی طرح چوتھا باب مصائب پر مبنی ہے وہ "درد" کہلاتا ہے اور کئی مرثیوں میں پانچواں باب بھی پایا جاتا ہے جو کہ "حصہ دعا" کے نام سے مشہور ہے۔ ہر ایک مضمون میں مصنّفین نے ہر باب یعنی مضمون کے ہر حصہ میں موضوع کا انتہائی خاص خیال رکھا ہے اور ہر باب کی فضیلت کو موضوع کے اعتبار سے مزیّن فرمایا۔ مثال کے طور پر ہم یہاں پر کشمیری ایک عظیم مصنّف مرحوم حضرت منشی محمّد صفدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مضمون کا مختصراً ذکر کرتے ہیں کہ کس قدر انہوں نے ہر باب میں موضوع کا لحاظ رکھتے ہوئے فنی کمالات سے سرشار کلام کی ترتیب دی۔ منشی محمد صفدر کے "مضمونِ سنگ" کے ہر باب سے ماخوذ چند مصرعے۔

یا اللہ سنگِ سینئہ میون لعلِ حمدن معدن کرتن خدایا
یُتھ زلیم سنگِ راہ سپنیم کلام سنگین ہم سنگ لالی (حصہ حمد سے ماخوذ)

ترجمہ: یارب! میرے سینے کے پتھر کو اپنے حمد کے جواہرات کا معدن بنادے تاکہ جو رکاوٹیں تیری حمد میں حائل ہوں وہ دور ہو جائیں اور میرے اشعار موتیوں کی مانند آبدار اور روشن ہوں۔

تس عالی جناب سنز براندء کنہِ کُن فلکن تہ ملکن درشن گاہ
تہند سنگِ آستان آسمان تھاویس عیان نقشِ پا مہر وماہ سُے ذوالمعالی
تہندِ ناوہ موساس سنگِ خار منزباہ نہرء درائے
تس شبِ معراجہ ء از صخرِ سماء ملک برونٹھہ درائے (حصہ نعت سے ماخوذ)

ترجمہ: اُس برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی دہلیز کا پتھر ملائکہ اور آسمانوں کی سجدہ گاہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ آستانِ رفعت کا پتھر آسمان ہے جس پر آپ کے پایانِ مبارک کے دو نقوش آفتاب اور مہتاب دکھائی دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نامِ مبارک جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان پر جاری کیا تو اُسکو پتھر میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ شبِ معراج کی تقریب کے دوران تمام ملائکہ آپ کے استقبال کیلئے آگئے۔

وونی بدخشان دِہانہء کڈہء اعلیٰ مدحُک لعلا
یوء کنہِ چھُم مقصوٗد کانِ امکانُک نگینِ سلیمان دٖین علیؑ عالی
تہندِ س صحرائی عظمتس منز عرش دپی زِ سنگریزا ادنیٰ پائے (حصہ مدح منقبت)

ترجمہ: اب میں بدخشان دِہن سے مدح امیر المومنین علیہ السلام کے اعلیٰ جواہر اور لعل نکالوں گا۔ میرا ممدوح دین کا بادشاہ اور بلند مرتبہ والا مولا علی شیرِ یزدان علیہ السلام ہے جو معدن دِنیا کے نگین ہیں۔ اُن کے رفعت اور مراتب کے وسیع میدان میں آسمان بھی ایک معمولی اور بے حقیقت سنگریزہ کی مانند ہے۔

کرِ ییم گرمن کنہِ آب اسہ جگرن گیہ کباب ژھنہء کانہہ خشک زبانو اسہ ہیو تشنہ لباو۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بوٗزتھ اوس دپان حضرتِ عباسؑ پانو دپس کتھہء کنہِ آیم آبہء کنے۔(حصہ مصائب سے ماخوذ)

ترجمہ: اس گرمی کی تمازت سے تو پتھر بھی پانی پانی ہونے کو ہیں ہمارے جگر پھٹنے کو آئے کیا واقعی دنیا میں ہم جیسا تشنہ اور بھی کوئی ہوگا۔ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا کے یہ بین سُن کر جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا کہ میں کیسے کہہ دوں کہ جو چاہ میں کھودا تھا اُس میں پانی کے بجائے پتھر نکلے۔

قارئینِ محترم جیسا آپ نے بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ کس قدر مقفّٰی و مسجّٰی اور نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ کشمیری مصنف نے ایک ہی موضوع کے تحت ایک مرثیہ کے تمام حصوں میں موضوع کا رنگ دکھا کر اول توحید، دوم نبوت سوم امامت اور چہارم مصائب بیان کئے۔ یہاں پر ایک اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ اگر ان مصرعوں (جو کہ اوپر نمونے کے اعتبار سے پیش کئے گئے) کی توضیح و تشریح کی جائے تو اُس کے لئے ایک مقالہ ہرگز کافی نہیں بلکہ کئی ساری کُتب وجود میں آسکتی ہیں۔

یہ ذاکرن وَنہء نے رؤدچھ رؤدہء کھوتہء بے حساو (مضمونِ آبِ رحمت)

اسی طرح کشمیری مرثیہ کا ہر ایک مضمون اسی انداز اور اسی طریقے سے تصنیف کیا گیا اور سب سے زیادہ ترجیح تقریباً ہر مرثیہ میں نعتِ سرورِ کائنات کو دی گئی ہے۔

کشمیری مرثیہ کا منتخب شدہ وزن (طرز):

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر کلام کا کوئی نہ کوئی طرز ہوتا ہے۔ ماہرین قرائت قرآن خود بہتر یہ بات سمجھا سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت میں ایک خاص قسم کی صوت و لحن ہے اسی طرح باقی دنیا کے تمام کلام اپنی ایک خاص تال اور لے میں جچتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر رقم کیا کہ کشمیری مرثیہ کا "وزن اور طرز" اُسکے مصنفؒ نے زیادہ تر خود منتخب کیا ہے اور آج تک اُسی "وزن" اُسی "تال" اور اُسی "لے" سے کشمیری مرثیہ پڑھی جارہی ہیں۔ کشمیری مرثیہ کے وزن میں ایک زبردست کشش ہے کہ اگر کبھی کبھار سامعین کو کوئی مصرعہ سمجھ بھی نہ آئے پھر بھی اُس مصرعے کی "لے" اور "طرز" سے ہی سامعین کی آنکھیں پُرنم ہوتی ہیں اور اہلِ دل اکثر اوقات محض "طرز" اور "وزن" یا "لے" اور "تال" کو سُن کر ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات لکھنا انتہائی لازمی قرار دیتا ہوں کہ بہت ادیب حضرات کا کہنا ہے کہ کشمیری مرثیہ کا وزن ،لے یا تال کشمیری صوفی شاعری کے نغموں سے لیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات اُس وقت رد ہوتی ہے جب ایک انسان خود صوفیانہ کلام باوزن سماعت کرے تو پھر محسوس ہوتا ہے کہ صوفیانہ کلام کے طرز اور کشمیری مرثیہ کے طرز میں دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے اکثر اسلاف اس بات کے قائل تھے کہ کشمیری مرثیہ کا "وزن لے اور تال یا طرز" ایک الہامی ہے۔

کشمیری مرثیہ کا "طرز یا لَے" ایک اہم مسئلہ ہے اگر چہ آج کل کے کچھ نوجوان حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ مرثیہ کا وزن ضروری نہیں ہے اسکو تحت لفظ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ یہ سراسر ناانصافی ہے کہ کشمیری مرثیہ کے اپنے خاص "طرز" یا مخصوص "لَے" کو فراموش کیا جائے۔ کشمیری مرثیہ خود ایک اہم و نادر اسامہ ہے اور اسکا "طرز" یا اسکی "لَے" ہمارے ثقافت کی ایک خاص شناخت ہے۔ ایران و عراق میں جب بھی بندہ حقیر نے کشمیری مرثیہ کو اپنے خاص طریقے سے عتباتِ عالیات میں پیش کیا تو بارہا اِن آنکھوں نے دیکھا کہ کس طرح عرب و عجم سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں کی تعداد میں مرد و زن ہماری مرثیہ سُن کر اشکبار ہورہے تھے پھر جب اُن سے میں نے دریافت کیا کہ آپ کی سمجھ میں کیا آیا کہ آپ کی آنکھوں سے اشکوں کے سمندر رواں تھے تو اُنھوں نے جواب دیا کہ آپ کی مرثیہ کا متن تو ہماری سمجھ میں نہیں آیا لیکن اس مرثیہ کی "لَے" نے ہمیں اتنا مغموم کیا کہ آنسو خود بخود جاری ہوئے۔

کشمیری مرثیہ کی "لَے" یا اسکے مخصوص "طرز" کے متعلق ہمارے اُستاد محترم جناب ذاکر علی محمد قاسمیؒ (بامامہ کشمیر) اپنی اکثر مجالس میں فرماتے ہیں کہ مصنف نے اپنی مرثیہ کے "وزن" یا اسکی "لَے" کو مرثیہ کے موضوع کے اعتبار سے رکھا ہے یعنی جس موضوع کا مرثیہ ہو اُسکی موضوع سے ملتا جلتا "وزن" یا اس موضوع سے شباہت رکھنے والی "لَے" کو مصنف نے اُس مرثیہ کے لئے انتخاب کیا۔ مثلاً جب مرحوم و مغفور حضرت مرزا ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے نجفِ اشرف جانے کیلئے سمندری جہاز کا سفر اختیار کیا تو سمندری جہاز میں سمندری سفر کی لذّت کو محسوس کرنے کے دوران حضرت مرزا صاحب نے آبی جہاز میں جن جن دھکیل اور دھچکوں یا آہٹوں اور دھپّوں یا سرسراہٹوں اور جھٹکوں یا سفر کے دوران جہاز کے رُکنے اور نکلنے کے وقت جس جس ہچکولہ اور ہلچل کو محسوس کیا وہ تمام ہچکولے ہلچل اور ہلکے جھٹکے مرزا صاحب نے مضمونِ جہاز کے "وزن" اور "طرز یا لَے" میں شامل کی۔ یعنی جس نے سمندری سفر کیا ہو گا پھر جب وہ مضمونِ جہاز کا "وزن" یا "طرز" سماعت کرے گا تو مضمونِ جہاز کا "وزن" سماعت کرتے کرتے اُس شخص کو محسوس ہوگا کہ جیسے وہ سمندری جہاز میں ہے۔ اسی طرح کشمیری مرثیہ کے اوزان کے بہت سارے ماہرین کا کہنا ہے کہ مضمونِ عمامہ کے اجزائے ترکیبی کے چوتھے جُز (پوت کتھ) کے آخری لفظ کا جو "وزن" ہے اُس "لَے" کو سماعت کرتے وقت انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے سر پر عمامہ باندھتا ہے۔۔ اسی طرح اَن گنت اور لاتعداد مقامات ایسے ہیں کہ جس میں سامعین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کسطرح مصنفین نے مرثیہ میں موضوع کے اعتبار سے "وزن اور لے" کی رعایت کی ہے۔ خیر۔۔ یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں تحریراً بیان کرنا ناممکن ہے البتہ ہاں! تقریراً ہی اوزان کی ایسی باریکیوں اور پیچیدگیوں کو سمجھا جاسکتا ہے۔

کشمیری مرثیہ میں تعلیماتِ ائمہ اطہارؑ:

کشمیری مرثیہ میں تعلیماتِ اہلبیتؑ پر اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ تمام کشمیری مرثیہ ابتداء سے انتہا تک مکمل تعلیماتِ اہلِ بیت اطہار علیہم السّلام سے لبریز ہے۔ کشمیری مرثیہ میں توحید اور نبوت یا ولایت و امامت کی کثیر مقدار اگر ملتی تو بنی نوع انسان کو جان

لینا چاہئیے کہ اگر انسانیت میں کہیں پر معرفتِ کردگار پایا جاتا ہے تو یہ محض سرکارِ ابوطالب علیہ السّلام کے پاک گھرانے کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ منبرِ سلونی سے "لَوْ لَا نَا مَا عُرِفَ اللہ" اور "بِنَا عُبِدَ اللہ" کی صدائیں بلند ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ پوری دنیا میں مخلوقِ خدا کو اسی پاک گھرانے کی مرہونِ منّت سے خدائے لم یزل کی معرفت کے منازل طے کرنے کا شرف حاصل ہے۔ کشمیری مرثیہ میں تعلیماتِ ائمہ ھدیٰ کی کثیر مقدار نہ صرف کشمیری رثائی ادب کے حُسن کو نکھارتا ہے بلکہ قوم وملّت کے دنیاوی اور اُخروی سربلندی کا موجب بھی ہے۔ یہ بات اظہر من الشّمس اور اشہر من القمر ہے کہ اگر اہلِ علم اور صاحب نظر حضرات کشمیری مرثیہ میں تعلیماتِ ائمہ ھدیٰ پر قلم اُٹھائیں گے تو معلوم نہیں کتنی ساری زخیم کتابیں وجود میں آئیں گی۔ البتہ اس موضوع کے تناظر میں ہم یہاں پر سرسری طور ایک طائرانہ نگاہ میں اسکی چند مثالیں پیش کریں گے تاکہ قارئینِ کرام کو ذرا اندازہ ہوسکے کہ کشمیری مرثیہ کیونکر تبلیغِ دین و شریعت کا منبع کہلاتا ہے۔

کونہہ ہے روزہ دارس افطارس چاوِہ اکھ تریشہِ دامے

تمی زن راہِ خدا سیر کری داہ فیامے (مضمونِ ماہِ رمضان مرزا ابو القاسم)

ترجمہ: جس کسی نے ایک روزہ دار کو افطار کے وقت ایک گھونٹ پانی پلایا گویا اُسنے راہِ خدا میں ایک لاکھ فقراء کو سیر کیا۔ (الحدیث)

چُھ روح گونہس جسد حسد کران تتہٕ منز نشونما

تھاوان نہٕ ایمان تہٕ دُنیا حاسد زن خفاش تراٗو تھہٕ روزِ روشن اختیار کران ظُلمت شب طاری

تراٗوِ تھہٕ معبوٗدِ برِ حق کنین کران پرستاری

کران نہ سنگدلن کینہ اثر پند و وعظ تہٕ حق گفتاری (مضمونِ حسد؛ منشی مصطفیٰ علی)

ترجمہ: گناہگاری کا جسم حسد ہے کہ حسد ہی کے سائے تلے گناہ پروان چڑھتا ہے۔ ایک حاسد کو ایمان کی دولت سے حسد ہی محروم رکھتا ہے اور اپنی روشن زندگی کو ظلمت کی تاریکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کو چھوڑ کر صنم کی پرستش کرنا دراصل حسد تھا۔ حسد رکھنے والے کو نہ وعظ نصیحت اثر کرتی ہے نہ کسی کی تلقین۔

تھاوِ تو گوش وارٕ چُھ لایقِ گوشارو۔ دُرِ شہوار یہِ کلام ِشاہ ؑ۔ فرماوِہ مَنْ کَثُرَ کَلَامُہٗ کَثُرَ مَلَامُہٗ سُہ مَظہرِ اسرارو۔

چُھ فرماوان امام ِزین العابدین ؑ چھے پرتھ صُبحہٕ پرٛژھان زبان ینہٕ نین بندنو۔

احوال تُہندبخیر چھاِچھس دِپان اعضاءوُنوی صاف تہٕ لگی مادندنو

اس چِھ محفوظ ہرگاہ واتناوکھ نے اذا۔ چِھُے التماس کانسہ سیت متہٕ کرتہٕ غرضاہ (مضمونِ خاموشی حکیم عبد اللہ)

اب اپنے کان میری طرف رکھیں کہ یہ بات خوشگوار گوشوارے کی مانند ہے۔ ایک نادر و نایاب لعل کے مثل یہ کلام امیر المومنین علیہ السّلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات و اسرار کا مظہر جناب مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "مَنْ کَثُرَ کَلَامُہٗ کَثُرَ مَلَامُہٗ" یعنی جو جتنا زیادہ بولے گا اُتنا لوگوں کی ملامت کا مرکز بنے گا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر روز صبح انسان کی زُبان باقی تمام اعضاء سے خیر و خیریت پوچھتی ہے تو باقی تمام اعضاء جواب دیتے ہیں کہ اگر تُم قابو میں رہو گی تو ہم خیریت سے ہیں اگر تم سے اپنے آپ کی لگام نہ کسی تو ہماری خیر نہیں یعنی ہم اعضاء محض

تمہاری ہی وجہ سے مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔

لَیتَنِی مِتُّ صَبِیّاً فرماوِہ شاہ ؑ ادہ میہ ہیوٗ گناہ اتہِ وَنہِ کیا۔ (مضمونِ پیری)

ترجمہ: جہاں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جیسی شخصیّت اللہ تعالیٰ کے رعب و جلالت کے سامنے یہ کہیے کہ "اے کاش میں بچپن میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوا ہوتا" وہاں مجھ جیسے گنہگار کی اوقات ہی کیا؟

آنحضرتس در صلاۃ سوزِن صلوات واجب کرِہ حق سُبحانے

یُس نہٕ کرِہ ادا تس پیٹھ دروٗدا نماز ناقبول چھس سپنانے (مضمونِ جماعت؛ حکیم سید رضا)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز میں درود پڑھنا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجے تو اُسکی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (الحدیث)

اسی طرح انگنت اور بے حساب مقامات ایسے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر زمانے قدیم میں جب منبروں پر قدغن صادر تھے تو اسی کلام نے یہاں کی عزاداری اور عقائد کو محفوظ رکھنے میں اپنا کلیدی رول ادا کیا۔ مشہور عربی کہاوت ہے کہ "اَلعَیَانُ لَایَحْتَاجُ اِلْبَیَان" جو عیان ہو وہ بیان کا محتاج نہیں ہوتا۔

کشمیری مرثیہ اور ہمارا فریضہ:

تاریخ کے اوراق جب پھیر دئے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن قوموں کے تاریخی کاخ خاک کے ڈیر میں تبدیل ہوگئے جنھوں نے اپنی تہذیب اور اپنی ثقافت یا فرہنگ کو نئ پود تک نہیں پہنچایا ۔اسی طرح کشمیری مرثیہ ہماری شناخت ہے۔ کشمیری مرثیہ کا طریقہ ہماری آن ہے، اسکی تان ہماری شان ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض بنتا ہے کہ جس کلام نے ہمارے عقائد کو مشکل ادوار میں محفوظ رکھا ہیں اسکی حفاظت کیلئے اقدام کرنے چاھیے۔ نئ نوجوان نسل کو اسکی معرفت کرا کے اُنکے اذہان میں اسکی اہمیت کو اجاگر کرنا ہمارا فرض ہے۔ خاص کر اغیار کی خدمت میں اس قیمتی کلام کو متعارف کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ کشمیر کے دیگر طبقھاے فکر سے تعلق رکھنے والے ذی حس اور اہلِ علم کو معلوم ہوجاے کہ کشمیری زبان میں نعتیہ کلام اور توحید پر کس قدر کام کیا گیا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

حضرت زینبؑ ایک مقدس، مینارہ خیر اور مثالی کردار

شیخ ہلال علوی

باباپورہ، زونی مر سرینگر

حضرت زینب سلام اللہ علیہا وہ قد آور، قدسی صفت اور مثالی خاتون ہیں کہ جس نے معرکہ ٔ حق و باطل میں صبر و استقامت کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ جس کی مثال تمام انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کربلا کے معرکے میں اس قدسی صفت نورانی خاتون نے جس دلیری سے مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کیا وہ بلا تفریقِ مذہب و ملت اور رنگ و نسل، تمام نسلِ انسانی کے کے لئے نہ صرف ایک درخشاں مثال ہے بلکہ سرمایہ ٔ افتخار ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی اس نواسی نے یہ تابناک اور واضح سبق انسانیت کو سکھایا جو سارے انبیاء کرام کے ،مرکزی دعوت کا بنیادی نکتہ اور مقصود رہا ہے یعنی خیر و شر کے مابین جب بھی کشمکش اور رسہ کشی ہو تو کس طرح خیر اور صداقت کی ترجمانی کا فریضہ انجام دینا ہیں۔ مستند روایت میں حضرت زینب سلام علیہا کا ایک خواب نقل ہوا ہے، چار سال کی عمر میں آپ نے ایک خواب دیکھا، خواب میں آپ دیکھتی ہیں کہ پورے مدینے میں ظلمت اور اندھیرا چھا گیا ہے ایسا اندھیرا کہ مکانوں کو اڑا رہا ہے اور خود آپ یعنی زینب الکبریٰ کے پاؤں (قدمِ مبارک) جیسے اُکھڑ رہے ہیں اور میں ہوا کے رحم و کرم پر اُس اندھیرے میں چکر کھا رہی ہو اور اچانک میں ایک درخت میں جیسے آگئی یہ درخت اس قدر مضبوط تھا کہ زندگی بھر میں نے اس جیسا درخت نہیں دیکھا تھا اور ہوا اتنی تیز و تند اور شدید تھی کہ اُس درخت کی جڑیں بھی اُکھڑ جاتی ہے اور اس طرح درخت بھی گر جاتا ہے اور میرے ہاتھوں میں ایک شاخ آجاتی ہے اور میں اس کو تھام لیتی ہو لیکن آندھی اتنی شدید تھی کہ میں آسمان کی اور جیسے اُڑ رہی ہوں اور اخیر میں وہ شاخ بھی ٹوٹ جاتی ہے پھر دو ڈالیاں میرے ہاتھوں میں آجاتی ہیں پھر اس کے بعد یہ دونوں ڈالیاں میرے ہاتھوں سے چھوٹ جاتی ہیں اور آخر میں جیسے میں گُم ہو جاتی ہو اور کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ”مادر جاں بی بی فاطمہ ؑ سے یہ خواب بیان کیا بی بی فاطمہ نے کہا، چلو آپ کے نانا جان سے خواب کی تعبیر پوچھتے ہیں ۔ رسالت مآب آنحضرت ﷺ سے خواب بیان کیا، آپ ﷺ رونے لگ گئے بچی یعنی زینب کو باہر نکالا اور آپ ؐ نے فاطمہ الزہرا کو بتایا کہ یہ درخت میں ہوں اور یہ خود اُمُ المصائب ہیں، کچھ وقت تک میرا آسرا میسر رہے گا اور اس درخت کی شاخ علی ؑ ہیں اور جو دو ڈالیاں درخت کی ہاتھ میں آئی ہیں وہ کوئی اور نہیں بلکہ حسن اور حسین ہیں اور یہ میری نواسی ان سب کے غم اور مصائب دیکھے گی اور اس اندھیرے میں گم ہو جائے گی۔

اہلِ بیت اطہار کو یہ معلوم تھا کہ اس بی بی زینب الکبریٰ کو نہایت مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا ہیں۔ زندگی کے مختلف نشیب و فراز سے گذر کر اور مصیبتیں دیکھ کر زینب ؑ نے اپنے والد بوتراب علی ؑ کی طرح حق و صداقت کا دامن نہیں چھوڑا۔ پیمبرانہ مزاج قدسی صفت یہ نورانی خاتون نے چھ سال کی عمرِ مبارک میں اپنے نانا جان سے محروم ہوئی۔ اپنے عزیزوں اور اقارب سے محروم ہونا ایک ناقابلِ تلافی نقصان اور محرومی ہے لیکن یہ نانا رحمتہً للعالمین ؐ تھے ۔ اپنے نانا کی محرومی سے وہ ٹوٹ جاتی ہیں، نگاہیں اپنی والدہ بی بی فاطمہ خاتونِ جنت کی طرف جاتی ہیں۔ بی بی فاطمہ ؑ، اپنی بیٹی کے لیے ایک مضبوط اور تابناک مثال تھی۔ ایک اور روایت میں نقل ہوا ہے، بی بی زینب ؑ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میری والدہ نہایت رنجیدہ تھی اور اسی حالت میں وہ مجھے اپنے نانا جان کے مزار پر لے گئی اور وہاں فاطمہ نے آپؐ کے قبرِ مبارک سے خاک اٹھائی اور اسے سونگھنے لگی۔ اور کہنے لگی ”مازا علیٰ مَن شَمَ تُربتَ اَحمدا اَن لایَشمامَدَ الزمان غوالیاں۔“ جس نے اَحمد ؐ کی تربت کی مٹی کو سونگھا تو پھر دنیا کی کوئی خوشبو اُسے مزہ نہیں دیتی، یعنی کوئی بھی خوشبو اس کے لیے ہیچ ہے۔ پھر فرماتی ہیں یا رسول اللہ کہ دنیا آپ کے بعد جو مصیبتیں مجھ پر پڑی اگر وہ مصیبتیں دنوں کے اوپر ڈالی جاتی تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتی۔ ”بی بی زینب ؑ نے یہ سب مصائب دیکھے۔ سارا گھر سوگوار رہتا تھا۔ نانا جان دنیا سے کوچ کر گئے، مادر بی بی فاطمہ بھی نقل مکانی فرما گئی۔ اَبا علی ؑ کی خلوت نشینی بھی نظروں میں تھیں۔ آپ ؑ بی بی فاطمہ کی تربت پر جایا کرتے تھے وہاں قرآنِ حکیم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ یہ غم کے روز و شب زینب ؑ دیکھ رہی تھی۔ ایک مستند واقعہ روایات میں آیا ہے کہ ایک دن امام علی ؑ اپنی زوجہ بی بی فاطمہ کی تربتِ مبارک پر قرآن پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ ؑ کو اونگھ آئی، ”اس اونگھ کے دوران بی بی خواب میں آئی اور کہنے لگی ”اِسرع یا علی اِسرع“ علی [illegible] دوڑو زینب

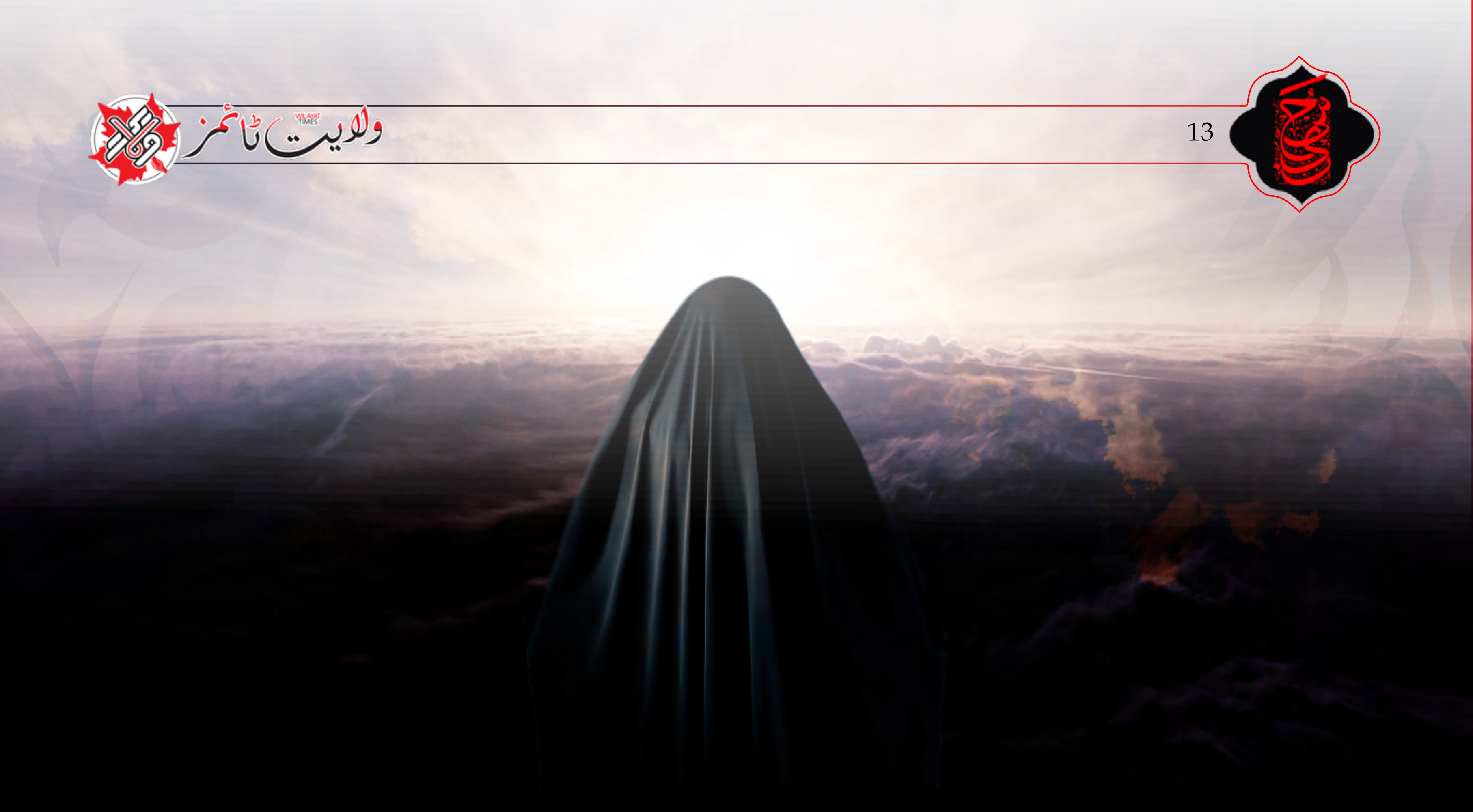

گئی ہے۔ آپ گھر آتے ہیں، آواز آتی ہے، ''اَیْ یَا علی اَیْ یا اَبتااَین عَلیا''۔ غرض کہ حضرت زینب کی پوری زندگی ایک عجیب کشمکش اور غموں میں گذری۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے کہا تھا کہ میری اس زینب کو بہت غم دیکھنے ہیں۔ جس دن علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی، زینب ؑ اپنے والد کے پاس آتی ہے اور پوچھتی ہے کہ کیا واقعی میرے بھائی حسین کو کربلا میں شہید کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں ہاں میری بیٹی، رسول اللہ ؐ نے یہی کہا ہیں اور آپ اپنے بھائی کے ہمراہ ہوگی لیکن آپ ؑ نے یہ نہیں آپ سے کہا کہ تجھے کوفہ اسیر کر کے لے جائے گے۔ فرمایا عزم و ہمت سے کام لینا میں آپ کے ساتھ ہوں۔'' بی بی زینب ؑ نے کیا کیا نہیں دیکھا۔ نانا جان کی جدائی کے بعد، والدہ کی جدائی پھر اپنے اَباجان علی ؑ جدا ہوئے اس کے بعد اپنے بھائی حسن ؑ داغِ مفارقت دے گئے۔ چونکہ امام حسن علیہ السلام کا زمانہ بھی نہایت پر آشوب رہا ہے۔ بنو اُمیہ کے امیر، معاویہ نے سیاسی طور آپ علیہ السلام کو دبانا شروع کیا۔ (معاویہ نے زور و جبر اور لالچ و مکاری کے زریعے دیگر اصحاب سے بھی بیعت لینا شروع کیا تھا)۔ اور ساتھ ہی کچھ اپنے ناعاقبت اندیش آپ کو ستا رہے تھے، طعنے دے رہے ہیں۔ یہ غم اپنے بھائی کے جھیل رہی ہیں۔ بی بی زینب کو اس تمام غمناک اور کربناک حالات نے درد و غم سے بھر دیا۔ بی بی زینب ؑ حق و خیر کا ایک ایسا استعارہ ہیں جو تاقیامت صداقت و خیر اور حق کے پاسبانوں اور طرفداروں کو نہ صرف روحانی غذا عطا کرتی رہے گی بلکہ اُنھیں روشنی بخشتی رہے گی۔ امام عالی مقام حسین ؑ نے جب جانے کا ارادہ کیا اور نہیں چاہتے تھے آپ ؑ کے نانا جان محمد مصطفےٰ ﷺ کا آباد کیا ہوا شہر ویران ہو جائے۔ بی بی زینب ؑ آتی ہے اور اپنے بھائی حسین ؑ سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ کیا مجھے اپنے ہمراہ نہیں لے جاؤ گے۔ میں نے اپنی تمام عمر آپ کے ساتھ گذاری ہیں اور آج اکیلے دشمنوں کی طرف پیش قدمی کرنے جا رہے ہو اور آج اگر آپ کے ساتھ نہ گئی تو ساری عمر میں رنج و تکلیف میں رہوں گی کہ حسین ؑ کو میں نے تنہا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اپنے خاوند عبد اللہ بن جعفر ؓ کے پاس آئی جو بخار کی حالت میں کافی بیمار تھے۔۔ آپ سے کہتی ہے اپنے بھائی حسین ؑ کے ہمراہ جا رہی ہوں۔ عبد اللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں اور حالات مجھے خطرات سے پُر نظر آ رہے ہیں۔ بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے پچپن سال حسین ؑ کے ساتھ گذارے ہیں اور اباجان علی ؑ نے مجھ سے شہادت کے وقت کہا تھا کہ زینب، تو حسین ؑ کی صرف بہن نہیں بلکہ اس کے لیے ماں کی طرح ہیں، تو پھر میں کیسے گوارا کروں کہ اپنے بھائی حسین ؑ کو جس کے لیے میں ماں کا درجی رکھتی ہوں، اکیلا چھوڑ دوں۔ عبد اللہ بن جعفر نے کہا، ٹھیک ہے لیکن عون اور محمد کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔ روایات میں اس کی کافی تفصیلات نقل ہوئی ہیں، جنھیں ایک طویل مقالے میں بیان کیا جاسکتا ہیں۔ بحر حال، جس خیمے میں بی بی زینب نے قیام کی تھا اور جس کی نگہبانی علمدار کربلا حضرت عباس ؑ علیہ السلام کر رہے تھے اور جب آپ ؑ کے بازو کٹ جاتے ہیں اور اہلِ بیت ایک ایک کر کے شہادت کا جام نوش کرتے ہیں اور حامیانِ حسین کٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور اخیر میں چند ساتھی اور پاسبان رہتے ہیں۔ اسی مصیبت اور غم کے عالم میں، بی بی زینب اپنے خیمے سے باہر آتی ہیں اور اپنے دونوں بیٹوں، ایک کی عمر نو سال اور دوسرے کی دس سال تھی۔ اور دونوں کو چھوٹی چھوٹی زرہ پہنائی ہوئی تھی اور تلواریں اُن کے ننھے ہاتھوں میں تھمائی تھی اور حسین ؑ کے خیمے لے جاتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ ؐ سے سنا تھا کہ جب مصیبت کا وقت ہو تو اُس حال میں صدقہ کیا کرو، جس سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔ لیکن یہاں ہم پہ ظالموں کے پہرے لگے ہیں پھر صدقہ کسے دے۔ کوئی حاجت مند بھی یہاں نہیں آسکے گا۔ تو انہی کو صدقہ کر لو حسین ؑ شاید تیری مصیبت ٹل جائے۔ امام عالی مقام حسین ؑ نے کہا میری بہن یہ ننھے نو دس سال کی عمر کے نہیں لڑ سکتے اور ان کے والد بھی یہاں نہیں ہے۔ زینب الکبریٰ کی صالح تربیت کا نتیجہ یہ تھا کہا اِن دو ننھے بچوں نے عمر بن سعد سے کہا جس نے ان ننھے نورانی بچوں، عون و محمد کو بہلانے اور پھسلانے کی ناپاک سعی کی لیکن اِن دونوں نے کہا ہم جیسے ہزار بھی حسین ؑ پر قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ان دشوار ترین حالات میں جب ہر طرف سے بنو امیہ کے ظالموں اور مکاروں کی طرف تیر برسائے جا رہے تھے۔ جب ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ بس امام عالی مقام حسین ؑ رہ گئے اور بی بی زینب رہ گئی۔ نیزے حسین ؑ کے سینہ مبارک میں لگتے ہیں۔ سارا بدنِ مبارک خون آلودہ ہیں۔ بی بی زینب ؑ اپنے مقدس ہاتھوں سے اپنے بھائی کے بچے ہوئے جسم مبارک کو اُٹھاتی ہیں اور کہتی ہیں ''رَبنا تقبّل مِنا ھٰذا القُربان '' یا اللہ ہماری یہ قربانی اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ تاریخ انسانی اس جیسی عظیم المرتبت قد آور، مثالی، مقدس اور نورانی خاتون کی مثال لانے سے قاصر نظر آتی ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں زینب الکبریٰ سلام علیھا جیسی کوئی دوسری مثال ملنا محال ہے۔ آپ سلام علیھا کی ثابت قدمی، استقامت، جرأت و حوصلہ اور صبر و ایقان نوعِ انسانی نہ صرف یاد رکھے گی بلکہ انسانیت کو بی بی زینب ؑ نے شرف و افتخار عطا کیا۔

بی بی زینب ؑ کن مصائب سے گذری، کن دشوار ترین حالات کا سامنا کیا اسے بیان کرتے ہوئے روح کانپ جاتی ہے۔ اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ یقیناً اسے سمجھنا اور بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ اس عظیم واقعے کا جو آلِ محمد ﷺ کے ساتھ پیش آیا کہیں اختتام نظر نہیں آتا۔ ابنِ اثیر الجزری اور طبری روایت کرتے ہیں کہ بی بی زینب ؑ ٹیلے کے اوپر آکر کھڑی ہوتی ہیں اور اپنا مقدس رُخ مدینے کی طرف کرتی ہیں اور کہتی ہیں ''یَا جَداہُ، یا رسول اللہ ، صَلِّی عَلَیْکَ مَلائکتُہ السَمَائِ ،ھَذا حُسَیْنُکَ مُرَمَّلَ بِا لدِّمَائِ ، مُقَطَّعَ الا عَضَائِ، مَسلُوبُ العِمَامَتہِ والردائِ ، وَبَنَاتَکَ سَبَایَا ،وَاِلَی اللہِ المُشتَکَی ، وَاِلَیکَ المَر جعُ۔''

اسی لئے قرآن کہتا ہیں اور یہ اصول واضح کرتا ہے کہ مقام اُن ہی کا عالی و بلند ہوگا جن کی جتنی بڑی آزمائش ہوگی۔ ''اُولٰئِکَ یُجزَون الغُرفَتہ بِمَا صَبَرُوْا فِیھا تَحِیّتً وَ سَلٰماً۔ ''اُنھیں اُن کے صبر کے بدلے جنت کے بالاخانے انعام ملے گے اور سلام کے ساتھ اُن کی وہاں پیشوائی ہوگی۔''

تو معلوم ہوا کہ ایک مستقل constant جدوجہد اور مقدس تحریک کا نام زینب الکبریٰ ہیں۔ خداوند کی مقدس اور مبارک آیت کا نام زینب الکبریٰ ہیں۔ صبر و استقامت کا نام زینب الکبریٰ ہے۔ صداقت و سچائی کی پیکر اور انسانی حقوق کی محافظہ کا نام زینب الکبریٰ ہیں۔ عدل و انصاف کی خاطر بلند ہونے والی اور اُٹھنے والی آواز کا نام زینب الکبریٰ ہیں۔ بنو امیہ کے مکر و فریب کے چہرے اور ڈھونگ کو بے نقاب کرنے والی، نوا کا نام زینب الکبریٰ ہیں۔

اَللّٰھُمَ صَلِّ عَلٰی مُحمد وَ عَلٰی اٰلِ محمَد

کربلا: حق کی صدا اور انسانیت کا سبق

سید ذوالفقار علی / وہاب پورہ (بڈگام) کشمیر

میدان کربلا میں خانوادہ نبوتؐ کے چشم و چراغ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھ کے دن جو عظیم قربانی پیش کی، چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی اس قربانی میں بہنے والے پاکیزہ خون کی خوشبو اطراف عالم میں پھیلتی جارہی ہے۔ شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا خطہ ہو جس میں امام عالی مقام کے آزادی و حریت کے پیغام کی شمع روشن نہ ہو۔ کربلا کے حسین علیہ السلام نے انسان کو فاسق و فاجر اور ظالم حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ امام حسین علیہ السلام کا قیام اور تحریک ہر مکتب فکر، مذہب وملت اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے لئے یکساں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاکیزہ خون کی حرارت سے معاشرے کی روح کو زندہ کیا۔ حقوق انسانی، ایثار، فداکاری، مساوات، اخوت، ہمدردی، اقدار انسانیت کے تمام نمونے آپ کو کربلا میں ملیں گے۔

اسلام چاہتا ہی ہے کہ امن و امان اور عدل وانصاف قائم رہے ظلم و ستم کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ حسین ابن علی علیہما السلام نے اپنے قیام کے ذریعہ پیغام دیا کہ اگر ظلم آشکار ہورہا ہو، ظالم، انسانیت کا خون چوس رہا ہو، لوگوں کے حقوق پامال ہورہے ہوں، کمزوروں کو دبایا جارہا ہو، زمام حکومت ایسے ہاتھوں میں ہو جہاں انسانیت پامال ہورہی ہو، اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے جو انسانیت کی خوبو بھی نہ رکھتے ہوں، کسی بھی انسان کی جان و مال ، عزت و آبرو محفوظ نہ ہو تو ایسی صورت میں ہر حق پسند انسان کا فریضہ ہے کہ ظلم کے خلاف اقدام کرے، ایسے مواقع پر خاموش رہ جانا اور کوئی بھی اقدام نہ کرنا ظالم کے ظلم میں شرکت کے مترادف ہے۔ لہٰذا حسین ابن علی علیہ السلام نے قیام کربلا کے ذریعہ یہ پیغام بھی دیا کہ ظلم کے خاتمے کے لئے جو کرسکتے ہو کرو، ظلم پر خاموشی و سکوت اختیار کرکے ظالم کو سہارا نہ دو اس لئے کہ اگر ایک طرف ظلم کرنا برا ہے تو دوسری طرف ظلم ہوتے دیکھ کر کوئی اقدام نہ کرنا بھی برا ہے۔ کربلا میں نواسہ رسولؐ نے اپنے رفقا کے ہمراہ سر کٹا کر مقدس لہو سے امت کے لئے نجات کی لکیر کھینچی۔ جس کو شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ رحمہ نے نہایت ہی فصیح و بلیغ انداز میں بیان فرمایا:۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت
رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم
خون او تفسیر ایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد
بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنای لا الہ گردیدہ است

امام عالی مقامؑ نے کربلا کے ذریعے ایثار و قربانی اور اعلیٰ اخلاق و انسانی اقدار کو زندہ کیا۔ انقلاب کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کیا۔ مردہ ضمیروں کو جگا کر ان کے اندر ظالم و جابر کے خلاف نفرت کا جذبہ بیدار کیا۔ ظلمت و جہالت کے خلاف مزاحمت، مقاومت اور دفاع کا انداز سکھایا۔ اور بشریت کے لئے نجات کا راستہ مشخص کیا۔ کربلا کے خونین واقعہ کے بعد جس طرح شیر دل خاتون حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس تحریک کو جلا بخشی وہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے درج ہیں اور عالم بشریت کے لئے نمونہ عمل ہے۔

اگر بالفرض امام علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ نہ کیا جاتا تو کیا آپ خاموش اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام علیہ السلام کا ارباب اقتدار سے اختلاف محض یزید کی بیعت تک محدود نہیں تھا۔ اگر ارباب اقتدار بیعت کے سلسلے میں خاموش بھی رہتے تو بھی امام علیہ السلام خاموش نہ رہتے، کیونکہ یزید اور بنوامیہ ظلم و ستم، معاشرتی برائیوں اور اسلامی احکام میں رد وبدل چاہتے تھے۔ یہ وہ بڑی برائیاں تھیں جن کی اصلاح امام اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے تھے۔

سید الشہداء علیہ السلام حاکم وقت کو ان صفات سے بے بہرہ دیکھتے ہیں، جن سے ایک مسلمان حکمران کو متصف ہونا چاہیے اور الہی نمائندہ کے طور پر اپنے آپ کو پیش کرنے والے کو مسترد کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں "اے لوگو! رسول خداؐ نے فرمایا! اگر کوئی شخص کسی ظالم حاکم کو دیکھے جو ظالم و ستمگر ہو کہ اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال بنا رہا ہو، خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان توڑ رہا ہو، نبی خداؐ کی سنت کی مخالفت کرتا ہو اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم و ستم سے پیش آتا ہو اور (یہ شخص) ایسے حاکم کو دیکھنے کے باوجود اپنے عمل یا اپنے قول سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ کو حق ہے کہ اس (خاموش اور بے عمل) شخص کو اسی ظالم کے ہمراہ عذاب میں مبتلا کرے گا۔

پس عاشورہ سکھاتا ہے کہ احیائے اسلام اور بقائے انسانیت کے لیے قربانی دینی چاہیے۔ قرآن و سنت کی راہ میں جو چیزیں رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس مقدس تحریک اور محترم انقلاب سے ہمیں یہ درس یہ ملتا ہے کہ حق و باطل کے میدان جنگ میں چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورت، بوڑھے اور جوان، معزز اور عاجز، امام اور رعایا ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ یقیناً اسباق کربلا کسی قوم کو ذلت سے عزت کی طرف اٹھانے کے لیے کافی ہیں۔ یہی اسباق کفر اور تکبر کے سامنے شکست دے سکتے ہیں۔ پس نظام الہی کے خاطر ہر مرد حسینیؑ اور ہر عورت زینبیؑ کردار ادا کرے۔

فنا کی رہگزر پہ منزلِ بقا حُسینؑ ہے
یہی ہے قصہ مختصر، یزید تھا، حُسینؑ ہے

یہی واقعہ کربلا کا خاصہ ہے کہ روز عاشور احضرت امام عالی مقام حسین بن علی ابن ابی طالبؑ (ع) نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ایک ایسا تاریخی انسان ساز انقلاب برپا کیا کہ بادشاہ وقت کے محل میں اتھل پتھل مچ گئی، وہ معیارات و حقائق جن پر وقت کی تیز رفتار آندھیوں نے پردہ ڈال دیا تھا، یک لخت ہٹ گیا۔

کربلا اس انقلاب کا نام ہے جو اپنے بعد رونما ہونے والے ہر انقلاب اور تحریک کا سرچشمہ ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ کربلا کا اہم ترین درس شہادت، ایثار اور فداکاری ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فقط انسانیت کی بقا کی خاطر کربلا کے تپتے ریگزار میں اپنا بھرا گھر حتیٰ کہ اپنا ششماہی فرزند شہزادہ علی اصغرؑ بھی قربان کر دیا۔ ایثار، فداکاری، قربانی وغیرہ یہ وہ اعلیٰ انسانی صفات ہیں کہ اگر کسی معاشرہ یا قوم میں پیدا ہو جائیں تو وہ قوم یا معاشرہ کبھی بھی تاریخ کی اندھیری کوٹھریوں میں دفن نہیں ہو سکتا اور یہی وہ صفات ہیں جن کو امام حسین علیہ السلام نے ۶۱ھ میں بشریت کا خاصہ بنا دیا اور آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی واقعہ کربلا کی بازگشت چہار جانب سنائی دے رہی ہے۔

(جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً) ہی روز عاشور امام حسین علیہ السلام کا پیغام تھا۔

اگر تاریخ کے اوراق پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایسی نہ جانے کتنی مثالیں مل جائیں گی جن کا سرچشمہ اور منبع واقعہ کربلا ہے۔ یہی کربلا کا ہدف بھی تھا کہ انسان بیدار ہو جائے، مظلوم، ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال اسے للکارے، ذلت کی زندگی کے بجائے عزت کے ساتھ مر جانے کو ترجیح دے۔ فداکاری، ایثار و قربانی جیسے جذبوں کو اپنے اندر پیدا کرے، پھر فتح اس کی ہوگی جو ان صفات کا حامل ہوگا۔ ظالم یعنی باطل کو ایک نہ ایک دن ماضی کا حصہ بننا ہی ہوتا ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جو واقعہ کربلا ہمیں دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تقریباً ڈیڑھ ہزار برس گزر جانے کے باوجود کربلا آج بھی زندہ ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک اس پیغام کو سننے والے باقی رہیں گے۔ دروس کربلا اور حضرت امام حسینؑ کا مقام ابدی ہیں یہ تاریکیوں میں ہر وقت حق کے متلاشیوں کو منور کریں گے:

حقیقت ابدی ہے مقام شبیریؑ
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

علامہ نجم آفندی اپنے اشعار اس طرح بیان کرتے ہیں:

شہید ظلم کلیجے ہلا دیئے تو نے
حسینؑ درد کے دریا بہا دیئے تو نے
ہر ایک ذرّۂ بے حس میں اِک تڑپ بھر دی
دماغ وضع کیے دل بنا دیئے تو نے

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں کربلا سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرقان کی آیات ہیں کربلا
نہج البلاغہ کے کلمات ہیں کربلا
نہ گم ہو جا جہل کی تاریکیوں میں
صحیفہ کاملہ کی دعا ہیں کربلا

درس انسانیت ہے کربلا
اسلام کی شان ہے کربلا
یہ اپنے دور کے مورخ سے پوچھ
حق کی ترجمانی ہے کربلا
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

امام حسین علیہ السلام: ماضی کی یاد نہیں بلکہ مستقبل کی امید

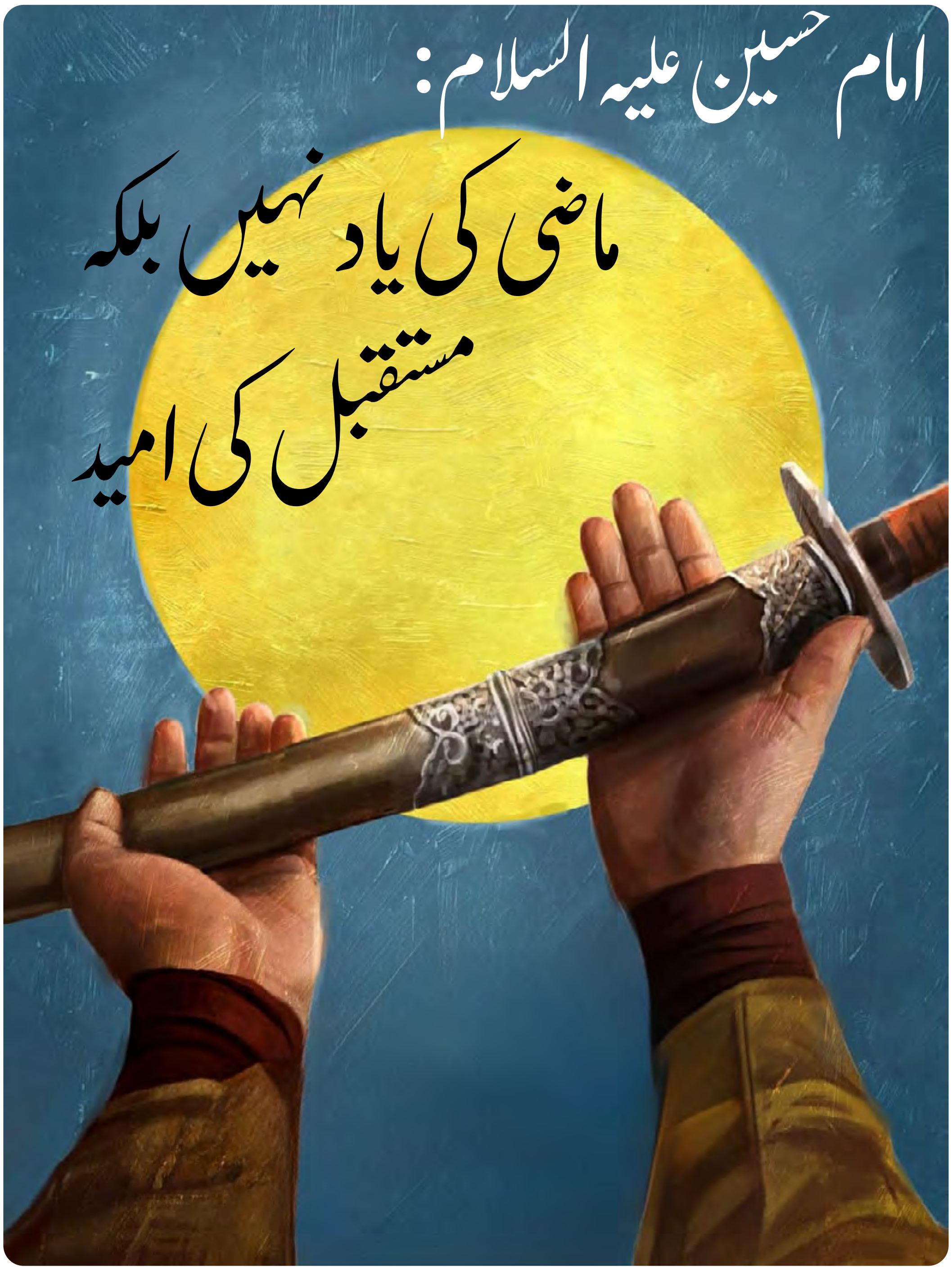

مولانا سید حسن علی کاظمی (قم المقدس)

امام حسین علیہ السلام، نورِ نبوت کے اُس چراغ کا نام ہے جس کی لو، ہدایتِ عالم کے لیے ہمیشہ فروزاں رہی۔ آپؑ کی ولادت مدینۂ منورہ میں سن ۴ ہجری کو ہوئی۔ نواسۂ رسولؐ، فرزندِ بتولؑ اور وارثِ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہونے کے ناطے آپؑ کی تربیت ایسی پاکیزہ آغوش میں ہوئی جہاں جبرائیلؑ وحی لے کر آئے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۔[1]

ترجمہ: اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہل بیت! آپ سے دور رکھے اور آپ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

یہ آیت آپؑ کی عصمت اور روحانی طہارت کی بیّن دلیل ہے۔

سیرتِ امام حسینؑ ایک ایسا آئینہ ہے جو عبد سے معبود تک کے سفر کی تجلیات سے منور ہے۔ آپؑ نے پوری زندگی صبر، حلم، عبادت، شجاعت، اور بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ امام حسینؑ کی عرفانی روح اُن کی دعاؤں، مناجاتوں اور خاص طور پر دعائے عرفہ میں جلوہ گر ہے۔ اس دعا میں امام حسینؑ نہ صرف اپنے رب سے عشق کا اظہار کرتے ہیں بلکہ عالمِ ہستی کی وحدت و حقیقت کو بھی بیان کرتے ہیں۔

كَيْفَ يُسْتَدَلُّ عَلَيْكَ بِمَا هُوَ فِي وُجُودِهِ مُفْتَقِرٌ إِلَيْكَ ۔[2]

(تجھ پر اس چیز سے کیسے استدلال کیا جائے جو اپنی ذات میں تیری محتاج ہے)

یہ الفاظ امامؑ کی گہری توحیدی معرفت کی گواہی ہیں۔ امام حسینؑ ایک ایسے امام ہیں جن کی ذات عشقِ حقیقی کا مرکز ہے، جو عبدیت کے بلند مقام پر فائز ہیں، اور جن کا ہر عمل فنا فی اللہ کی تصویر ہے۔

چونکہ امام حسین علیہ السلام کے فضائل کا احصا ممکن نہیں اسی لئے چند ایک نکات صرف تبرکاً عرض کرتا چلوں۔

امام حسینؑ پر خداوند کے عطا کردہ الطافِ خاص:

یہ موضوع، اس حقیقتِ تابناک کا آئینہ دار ہے کہ پروردگارِ عالم نے امام حسینؑ کو اپنے جمالی و جلالی صفات میں سے بعض نمونے بطور عنایت عطا فرمائے اور ان کی ذاتِ اقدس کو جلوہ گاہِ اسماءِ حسنٰی قرار دیا۔ وہ اسماءِ الٰہیہ جن کا ظہور امام حسینؑ کی حیات اور مصیبتوں میں جھلکتا ہے۔

۱) تسبیحِ کائنات اور حسینؑ کا ماتم:

ارشادِ ربانی ہے:

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ [3]

ترجمہ: یعنی کوئی چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ کی تسبیح و حمد میں مشغول ہے۔

یہ آیت پانچ مفاہیم کی حامل ہے۔ بے شک، خداوند نے اپنی اس صفت کا جلوہ حسینؑ میں بھی ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ کائنات کی ہر مخلوق آپؑ کی مصیبت پر گریہ کرتی ہے، اگرچہ ہم ان کا گریہ محسوس نہیں کرتے۔ گریہ صرف آنسو بہانے کا نام نہیں، بلکہ ہر مخلوق اپنے حال کے مطابق امامؑ پر ماتم کرتی ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ:

آسمان کا گریہ یہ تھا کہ خون کے قطرے برسائے، [4]

زمین کا گریہ یہ تھا کہ جہاں کوئی پتھر اٹھایا جاتا وہاں سے خون ابلتا تھا، مچھلیوں کا گریہ یہ تھا کہ وہ پانی سے باہر نکل آتی تھیں، [5]

ہوا کا گریہ تیرگی و تاریکی تھا، [6]

سورج کا گریہ اس کا گہن لگنا تھا، چاند کا گریہ اس کا خسوف تھا۔ [7]

۲) فطرتِ سلیم اور دلوں کی امام حسین علیہ السلام کی طرف کشش:

ایک اور صفتِ خداوندی یہ ہے کہ ہر مخلوق کی فطرت میں خالقِ حکیم کے وجود کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۔[8]

یعنی اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔

تمام ادیان کے پیروکار حتیٰ کہ بت پرست بھی خالق کے وجود کے قائل ہیں۔ اور منکرین بھی دل میں اللہ کے وجود کو مانتے ہیں، اگرچہ زبان سے انکار کریں۔

اسی فطری جذبے کی ایک تجلی حسینؑ کی ذات میں بھی ہے، کیونکہ آپؑ کی مصیبت پر ہر دل سوگوار ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو آپؑ کو

پہچانتے بھی نہیں، ان کے دل بھی آپؑ پر رو پڑتے ہیں۔

بعض ہندو جو اسلام کے مخالف ہیں، وہ بھی امام حسینؑ کے لیے مجالس عزا منعقد کرتے ہیں۔

حسینؑ سے یہ وابستگی یہاں تک ہے کہ آپؑ کے دشمن بھی آپؑ پر گریہ کرتے تھے۔

عمر بن سعد جو یزید کی سپاہ کا سیاہ دل کمانڈر تھا، جب امامؑ کے قتل کا حکم دے چکا تھا، حضرت زینبؑ کے دلخراش کلمات سن کر رو پڑا۔ [9]

وہ بد بخت جو امامؑ کی بیٹی فاطمہ کے گوشوارے لوٹ رہا تھا، وہ بھی رونے لگا۔ [10]

دیگر قاتلانِ حسینؑ بھی بعد میں گریہ کرتے رہے۔ [11]

لیکن ایک شخص ایسا تھا جس کے بارے میں مصیبت حسینؑ پر کوئی رونا یا رقت دل میں نہ پایا گیا، اور وہ تھا: ابن زیاد خدا کی لعنت ہو اس پر۔

البتہ صرف ایک موقع ایسا آیا جب وہ متاثر ہوا: جب امام سجادؑ کے قتل کا حکم دیا، اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے انہیں گلے لگا کر فرمایا۔

اگر تم اسے قتل کرو گے تو پہلے مجھے قتل کرو۔

تب ابن زیاد کی حالت بدل گئی اور کہا

اسے چھوڑ دو، جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں یہ ویسے ہی اپنی بیماری کی شدت سے مر جائے گا۔

۳) بے نظیر مصائب اور تفضیل ناممکن:

صفاتِ خداوندی میں افعل التفضیل (یعنی سب سے زیادہ، اعلیٰ ترین) حقیقی طور پر جاری نہیں ہوتی، اگرچہ ظاہری الفاظ میں استعمال ہو، جیسا کہ دعائے سحر میں ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ بَهَائِكَ بِأَبْهَاهُ وَكُلُّ بَهَائِكَ بَهِيٌّ ۔

یعنی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے سب سے زیادہ پر جمال جمال کا سوال کرتا ہوں، حالانکہ تیرے سب جمال پر جمال ہیں۔

اسی طرح خدا کے اسماء میں بھی کوئی ایک دوسرے پر افضل نہیں، سب عظیم اور مقدس ہیں۔

امام حسینؑ میں بھی یہ صفت جلوہ گر ہے کہ آپؑ کی تمام مصیبتیں یکساں عظیم اور دل سوز ہیں۔

اگر تم چھوٹی سی مصیبت پر غور کرو تو وہ بھی سب سے بڑی نظر آتی ہے۔

اور اگر تم آسان ترین مصیبت کو دیکھو تو وہ بھی دل ہلا دینے والی لگتی ہے۔

گویا ہر مصیبت، حسینؑ کی عظمت میں بے مثل ہے۔

۴) فیضِ عام و متنوع ذریعہ نجات:

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مغفرت، قرب اور رضا کے لیے مختلف راہیں کھولی ہیں۔

ہر عبادت کے لیے بھی متبادل، کفارہ یا نیابت کے ذریعے فیض کا دروازہ رکھا ہے تاکہ کوئی محروم نہ رہے۔

اسی طرح، حسینؑ بھی فیض الٰہی کا ایک وسیلہ ہیں، جن سے ہر حالت کے انسان فائدہ حاصل کر سکتے ہیں:

- ان کی زیارت کا اجر مقرر ہے۔ اگر کوئی خود نہ جا سکے تو کسی کو نیابت میں بھیج دے۔
- اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے سلام کرنا بھی باعثِ اجر ہے۔
- گریہ کی فضیلت بھی بے پناہ ہے۔

اسی لیے خدا نے حسینؑ کی مصیبتوں کو مختلف شکلیں دی ہیں تاکہ ہر دل، ہر کیفیت، کسی نہ کسی مصیبت سے متاثر ہو۔

- کوئی تنہائی پر غمزدہ ہوتا ہے،
- کوئی پیاس پر،
- کوئی زخمی بدن پر،
- کوئی ایسے بدن پر جو دوبارہ زخمی ہو،
- اور کوئی ایسے بدن پر جو زخمی ہو کر گھوڑوں کے سموں تلے آ چکا ہو۔

ان مصیبتوں کا شمار نہیں۔

اور اگر ان میں سے ہر ایک کو دیکھو اور سب سے بڑی، پھر ان میں سب سے جانکاہ مصیبت کو تلاش کرو، تب دیکھو گے کہ حسینؑ کی ہر مصیبت دل شکن ہے۔

۵) صفات بے مثال و مخصوص:

جس طرح اللہ کی صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، ویسے ہی حسینؑ کو بعض ایسے اوصاف عطا ہوئے جو ان کے سوا کسی کے حصہ میں نہیں آئے۔

یہ حسینؑ ہی ہیں جنہیں "قتیل العبرۃ" کہا گیا — ایسا شہید کہ ہر مؤمن ان کے ذکر پر اشکبار ہو جاتا ہے۔

یہ محبت عام نہیں، بلکہ خاص الخاص ہے۔ یہ عشق ایک اسرارِ الٰہی ہے جو مؤمن کے دل میں دفن ہے۔

۶) محبت امام حسین علیہ السلام ایک راز ربانی:

اللہ سے محبت کسی بھی عاشقانہ محبت کے مشابہ نہیں۔

حسینؑ کی محبت بھی ایسی ہی ہے جو کسی بھی اور محبت سے جدا ہے۔

جیسا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

۱. اِنَّ لِلْحُسَيْنِ مَحَبَّةً مَكْنُونَةً فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ۔ [12]

یعنی حسینؑ کی محبت مؤمنوں کے دلوں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے۔

یہ حدیث اس وقت بیان ہوئی جب:

نبی اکرم صلی اللہ وآلہ وسلّم نے حضرت حسنین علیہما السلام کو باغ میں سویا ہوا پایا۔

- آپؐ نے پہلے امام حسینؑ کو چوم کر جگایا۔
- مقداد نے عرض کیا گویا امام حسین علیہ السلام بڑے بھائی ہیں کہ پہلے ان کو جگایا
- نبیؐ نے فرمایا: محبتِ حسین دلوں کی گہرائی میں پوشیدہ ہے۔

اگرچہ بھائی امام حسن علیہ السلام فضیلت میں ہم پلہ یا بڑے ہوں، مگر محبتِ امام حسین علیہ السلام کا انداز جدا ہے۔

یہ محبت مقام و مرتبہ کے لحاظ سے نہیں، بلکہ کیفیت اور تاثیر کے اعتبار سے ہے۔

اس محبت کے آثار:

- ہر مؤمن کا دل زیارت حسینؑ کی تمنا میں رہتا ہے۔
- جب حسینؑ کا ذکر ہو تو دل غمگین ہوتا ہے۔
- جب کوئی زیارت سے واپس آئے یا کربلا کی تیاری کرے، دلوں کی حالت بدل جاتی ہے۔
- کربلا کے زائر کو صرف زائرِ حسینؑ کہا جاتا ہے، چاہے دیگر اماموں کی زیارت بھی کر آیا ہو۔
- امام علیؑ نے فرمایا: "یا عَبْرَةَ كُلِّ مُؤْمِنٍ" اے ہر مؤمن کی آنکھوں کے آنسو
- اور امام حسینؑ نے فرمایا:

أَنَا قَتِيلُ العَبرَةِ، لا يَذكُرُني مُؤمِنٌ إلّا استَعبَرَ ۔ [13]

میں شہید اشک ہوں، کوئی مؤمن مجھے یاد نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ رو پڑتا ہے۔

محرم شروع ہوتے ہی دلوں پر غم چھا جاتا ہے۔

امامؑ کی مصیبت جتنی بار بیان ہو، دل کبھی اُکتا نہیں جاتا۔

بلکہ جب کوئی مؤمن امامؑ کی تشنہ لبی، زخمی پیکر اور تنہائی کا ذکر سنتا ہے تو ہر بار آہ و بکا بلند ہوتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی عظمت کا مطالعہ کرنے کے بعد اب آتے ہیں اس مہینہ کی اہمیت کی طرف جسکا انتظار ہر سال مومنین کو رہتا ہے، یعنی ماہ محرم الحرام۔

محرم: فطرت کی فریاد

محرم الحرام، اسلامی تاریخ کا وہ بابِ پُر سوز ہے جس میں انسانیت کی بقا، دین کی سلامتی، اور فطرت کی فریاد ایک ہی وقت میں نوحہ گر نظر آتی ہے۔ یہ مہینہ فقط اسلامی سال کا آغاز نہیں بلکہ ضمیرِ انسانی کی بیداری کا نقطۂ آغاز ہے، وہ آغاز جو کربلا کے ریگزار پر امام حسین علیہ السلام کے لہو سے سینچا گیا۔ امام حسینؑ، فقط ایک مظلوم شہید کا نام نہیں، بلکہ ایک نور ہے، ایک عرفان ہے، ایک مقامِ تسلیم ہے اور ایک زندہ و جاوید صدائے "لا" ہے، جو ہر دور کے یزیدی نظام کے خلاف گونجتی رہتی ہے۔

کربلا تجلیِ اسماءِ الٰہی:

کربلا فقط خون و خاک کا منظر نہیں بلکہ صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ہے۔ جہاں صبر، رضا، شجاعت، کرامت، توکل اور تسلیم جیسی صفات بامِ عروج پر پہنچتی ہیں۔ فلسفۂ شہادتِ امام حسینؑ فقط فزیکی جد و جہد نہیں، بلکہ روحانی ارتقاء کی معراج ہے۔

قرآن کہتا ہے.

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران:١٦٩)۔

حسینؑ کی شہادت، حیاتِ جاوید کا استعارہ ہے۔ وہ زندگی جو نہ صرف خود زندہ ہے بلکہ دوسروں کو زندہ کرتی ہے۔

محرم الحرام ماہِ عزاء یا موسمِ بیداری:

محرم الحرام کا پیغام صرف آنسو اور نوحہ نہیں بلکہ عرفان، احتجاج، بیداری اور قیام ہے۔ امام حسینؑ کے عزادار جب گریہ کرتے ہیں تو وہ دراصل اپنے دل کو ظلم سے نفرت، حق کی محبت، اور معرفتِ الٰہی سے سرشار کرتے ہیں۔

محرم ہمیں دعوت دیتا ہے کہ کیا ہم فقط ماتم گزار ہیں یا حسینی کردار کے وارث۔

یہ مہینہ ہر فرد کو چھیلناڑتا ہے کہ وہ یزید وقت کے خلاف قیام کرے، چاہے وہ نفس کی یزیدیت ہو یا نظام کی۔

مقاومتِ حسینؑ ایک عرفانی سورہ:

کربلا، امام حسینؑ کی زبان سے نکلا ہوا ایک سورہ ہے، جس کی ہر آیت، ہر لفظ، ہر قدم ایک مستقل پیغام رکھتا ہے۔ وہ سورہ جو ظلم کے خلاف قیامت تک پڑھا جائے گا۔ اس سورہ کی آیات درج ذیل ہیں:

- امام سجاد کی فصاحت و بلاغت
- زینبؑ کا ثبات،
- حضرت عباسؑ کی وفاداری،
- علی اکبرؑ کی فداکاری،
- قاسمؑ کا یقین،
- سکینہؑ کا صبر،

یہ سورہ انسان کو بتاتا ہے کہ حق پر رہنے کے لیے تنہا ہونا پڑے تو بھی پیچھے نہ ہٹو، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ (سبأ:٤٦)

کہہ دیجئے: میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔

محرم اور عصرِ حاضر کے تقاضے:

دنیا آج جس حال میں ہے، وہاں ہر طرف ظلم، جبر، ناانصافی، فکری الجھن، روحانی خلا، اور اخلاقی زوال کا راج ہے۔ طاقتور کمزور کو دبا رہا ہے، سرمایہ دار غریب کا خون چوس رہا ہے، اور ضمیر سو چکے ہیں۔ ایسے میں محرم الحرام صرف ایک تاریخی یاد نہیں بلکہ ایک زندہ پیغام ہے ایسا پیغام جو ہر باضمیر انسان کے لیے بیداری کی صدا ہے۔

محرم ہمیں کیا سکھاتا ہے:

۱. ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا

کربلا ہمیں بتاتی ہے کہ اگر یزید جیسے باطل قوتیں اقتدار پر قابض ہوں، تو خاموشی جرم ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا تھا

أَنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشِراً وَلَا بَطِراً وَلَا مُفْسِداً وَلَا ظَالِماً وَإِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْإِصْلَاحِ فِي أُمَّةِ جَدِّي۔ [۴]

میں نہ تو خودپسندی کے لیے نکلا ہوں، نہ غرور و فخر کے لیے؛ نہ فساد پھیلانے کے لیے اور نہ ظلم کرنے کے لیے۔ میں تو صرف اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے نکلا ہوں۔

۲. دین کو دنیا پر ترجیح دینا

امام حسینؑ نے ہمیں سکھایا کہ اگر دین خطرے میں ہو تو دنیا کی ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے۔ آپؑ نے نہ صرف اپنی جان بلکہ اپنے اہلِ بیت اور اصحاب کی قربانی دے کر یہ بتا دیا کہ دین کے لیے جینا اور مرنا ہی حقیقی حیات ہے۔

۳. نفس کی غلامی سے آزادی

کربلا میں یزید صرف ایک شخص نہیں بلکہ نفسِ امّارہ کی علامت تھا وہ نفس جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جائے۔ امام حسینؑ کا قیام دراصل نفس کی غلامی کے خلاف بغاوت ہے۔ کربلا ہر انسان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنے باطن کا یزید پہچانے اور اس پر حسینؑ کی طرح قیام کرے۔

۴. معرفتِ امام

صرف ظاہری ماتم کافی نہیں، بلکہ امام حسینؑ کی معرفت، ان کے مشن کو سمجھنا، اور اپنی زندگی میں ان کی سیرت کو اپنانا اصل مقصود ہے۔ معرفتِ امام کے بغیر نہ دین مکمل ہے، نہ نجات ممکن۔

امام حسینؑ ماضی نہیں، بلکہ مستقبل کی امید ہیں:

امام حسینؑ صرف ایک تاریخی شخصیت نہیں کہ جنہیں صرف یاد کیا جائے، بلکہ وہ ہر دور کے زندہ ضمیر کی علامت ہیں۔ وہ مظلوم کی امید، حق پرست کی روشنی، اور باطل شکن کردار کی تجسیم ہیں۔ وہ آج بھی مظلوم فلسطین میں، کشمیر میں، یمن و عراق میں، ہر اس جگہ پر موجود ہیں جہاں انسانیت سسک رہی ہے۔

وہ صرف تاریخ کا باب نہیں، مستقبل کی پیشانی پر لکھا ہوا نام ہیں۔

فلسفیانہ تجزیہ شہادت کا مفہوم:

فلسفۂ شہادت: شہادت صرف جسم کی موت نہیں، یہ روح کی بیداری ہے۔ امام حسینؑ کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا کہ حقیقی زندگی وہی ہے جو اصول، صداقت اور وفا پر قربان ہو جائے۔ کربلا ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اگر باطل غالب ہو تو خاموشی موت ہے، اور اگر حق کے لیے جان دے دی جائے تو وہی ابدی زندگی ہے۔

انا، خودی اور طاغوت سے جنگ: انسان کی سب سے بڑی لڑائی باہر کے دشمن سے نہیں بلکہ اندر کے نفس، غرور اور خود غرضی سے ہے۔ امام حسینؑ کی قربانی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ جب تک انسان اپنے باطن کے یزید کو قتل نہیں کرتا، وہ حقیقت کے حسینؑ تک نہیں پہنچ سکتا۔

دو قوتوں کا ازلی تصادم: ایک فلسفیانہ مطالعہ:

انسانی تاریخ، محض بادشاہوں کی جنگ، حکومتوں کی تبدیلی یا تہذیبوں کے عروج و زوال کا نام نہیں۔ بلکہ تاریخ کا حقیقی متن "حق و باطل"، "عدل و ظلم" اور "روح و مادہ" کے درمیان مسلسل جدوجہد کا آئینہ ہے۔

علامہ اقبالؒ نے جب یہ کہا [۱۵]:

موسی و فرعون و شبیر و یزید

این دو قوت از حیات آید پدید

تو وہ ہمیں بتا رہے تھے کہ یہ شخصیات صرف تاریخی افراد نہیں، بلکہ دو دائمی اصول (eternal archetypes) ہیں۔

ایک وہ جو باطنِ انسان کو غلامی، خود پرستی، جبر اور مادہ پرستی میں جھونک دیتی ہے یعنی فرعونیت اور یزیدیت

اور دوسری وہ جو انسان کو فطری آزادی، عدل، صداقت، قربانی اور توحید کے نور سے زندہ رکھتی ہے. یعنی موسویت اور حسینیت

یہ دو قوتیں ہر لمحہ ہر انسان کے باطن میں اور سماج کے ہر ڈھانچے میں برسرِپیکار رہتی ہیں

محرم وقت سے ماورا احتجاج:

محرم محض اسلامی کیلنڈر کا ایک مہینہ نہیں، بلکہ تاریخِ انسانی کے ضمیر کی بیداری کا نام ہے۔ یہ زمان و مکان کی قیود سے آزاد ایک صدا ہے، جو ہر دور کے انسان کو چیلنا ڑتی ہے کہ اے انسان! تو کب تک مصلحت، خوف اور خاموشی کے نقاب اوڑھے رہے گا کیا تو جانتا ہے کہ یزید صرف تلوار یا تاج کا نام نہیں، بلکہ وہ ہر وہ نظام ہے جو حق کو دباتا ہے۔ امام حسینؑ کا قیام صرف سیاسی یا شخصی احتجاج نہیں تھا بلکہ ایک ماورائی، الٰہی اور آفاقی موقف تھا۔ یہ وہ مقاومت ہے جو انسان کو باطنی یزید سے لڑنا سکھاتی ہے، جو نفس، حرص، خوف، غفلت اور ظاہر بینی کی صورت میں ہر دور میں زندہ ہوتا ہے۔

حسینؑ: حق کی لایموت صدا

حسینؑ فقط ایک مظلوم امام نہیں، بلکہ صداقت کا زندہ استعارہ ہیں۔

ان کا انکار، ان کی قربانی، ان کا استقامت پر اصرار ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ انسان وہی ہے جو حقیقت پر قائم رہے، خواہ کتنا ہی اکیلا ہو، اور باطل وہی ہے جو چاہے کتنا ہی طاقتور ہو، مگر صداقت سے عاری ہو تو فنا کے دہانے پر ہے۔

امام حسینؑ کی قربانی، روحِ انسانی کی بقا کا سامان ہے۔ ان کی شہادت نے ہمیں سکھایا کہ

طاقت کی حاکمیت کو نہیں کہنا ممکن ہے۔

- حق پر قربان ہونا، فنا نہیں بلکہ حیاتِ جاوداں ہے
- خاموشی اور مصلحت پر مبنی زندگی، ذلت ہے
- اور ظلم کے سامنے ڈٹ جانا، عبادت ہے

محرم اور عصرِ حاضر آج کے دور میں:

- جب فسطائیت، نسل پرستی، سرمایہ داری اور میڈیا کی آمریت انسان کو غلام بنا چکی ہے۔
- جب فکر کو مسخ، ضمیر کو مفلوج، اور ایمان کو مصلحت کا شکار بنا دیا گیا ہے
- جب فلسطین سے لے کر شام، عراق سے یمن، اور غزہ سے بحرین تک مظلوم انسانیت فریاد کر رہی ہے

تو محرم کی صدا بلند ہوتی ہے

کربلا پھر زندہ ہے

یزید پھر تخت پر ہے

کیا تم بھی پھر امام حسینؑ کے خاموش تماشائی بنو گے؟؟

ہر انسان کو، ہر قوم کو، ہر دانشور، ہر عالم، ہر نوجوان کو یہ سوال پوچھنا ہو گا۔

- میں کس طرف کھڑا ہوں؟
- میرے قلم، میری زبان، میری زندگی کس نظام کی نمائندگی کر رہی ہے؟
- کیا میں خاموش رہ کر یزیدیت کا غیر شعوری مددگار بن چکا ہوں؟
- یا میں حسینؑ کے قافلے کا راہی ہوں، جسے اگرچہ پیاس لگی ہے، مگر وہ گردن نہیں جھکاتا؟

یہی محرم کا تقاضا ہے؛

- خود کو پہچاننا
- امام کو پہچاننا
- زمانے کی یزیدیت کو پہچاننا
- اور حق کے ساتھ بیداری، بصیرت، اور قربانی کے ساتھ کھڑا ہو جانا۔

درحقیقت ماہ محرم الحرام کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے جسے ہم آہستہ آہستہ بھولتے جا رہے ہیں، واقعاً ہمیں سوچنا ہو گا فکر کرنا ہو گی ہم کہاں ہیں آج کس جانب کھڑے ہیں کس کے مددگار ہیں اور کس کے پیروکار ہیں۔؟؟

مآخذ:

۱. سورہ احزاب آیت ۳۳

۲. دعای عرفہ

۳. سورہ آسرا آیت ۴۴

۴. صدوق، محمد بن علی، عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۶۸

۵. ابن حجر، احمد، تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۵۴

۶. محمدی ری شہری، محمد، دانشنامہ امام حسین (علیہ السلام) بر پایہ قرآن، حدیث و تاریخ

۷. محمدی ری شہری، محمد، دانشنامہ امام حسین (علیہ السلام) بر پایہ قرآن، حدیث و تاریخ، ج ۷، ص ۳۴۶

۸. سورہ الروم آیت ۳۰

۹. خصائص الحسینیہ، الشیخ جعفر شوستری۔ چاپ فارسی

۱۰. خصائص الحسینیہ، الشیخ جعفر شوستری۔ چاپ فارسی

۱۱. خصائص الحسینیہ، الشیخ جعفر شوستری۔ چاپ فارسی

۱۲. الحق المبین فی معرفة المعصومین علیهم السلام، الشیخ علی الکورانی العاملی: ۵۸۸؛ «والامام الحسین علیه السلام له جاذبیة خاصة فی القلوب بمجرد ذکر اسمه: إن للحسین محبة مکنونة فی قلوب المؤمنین»

۱۳. بحار الأنوار، ج ۴۴، ص ۲۸۴.

۱۴. بحار الانوار، ۴۴ جلد/ صفحہ ۳۲۹

۱۵. رمز بیخودی، اقبال لاہوری

کربلا کی انقلابی اور روحانی حیثیت

پیرزادہ شعیب اویسی

کربلا اور انقلاب" ایک نہایت اہم اور پر اثر موضوع ہے، جو تاریخ اسلام کے ایک عظیم واقعے "واقعہ کربلا" کو انقلابی سوچ، جدو جہد، اور ظلم کے خلاف قیام کے تناظر میں بیان کرتا ہے۔

کربلا کا واقعہ ۶۱ ہجری (۶۸۰ عیسوی) میں پیش آیا، جب نواسۂ رسول ﷺ امام حسین بن علیؑ نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ امام حسینؑ نے ظلم، جبر، اور فاسق حکومت کے خلاف کھڑے ہو کر تاریخ انسانیت میں ایک لازوال مثال قائم کی۔ قارئین کی خدمت میں واقعہ کربلا کے بعض پہلووں کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں ہے:

کربلا لمحہ نہیں بلکہ ایک مسلسل پیغام ہے:

امام حسینؑ نے باطل کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے ثابت کیا کہ حق کے لیے جان دینا بہتر ہے، مگر ظلم سے سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا۔ امامؑ کا قیام محض سیاسی نہیں بلکہ ایک فکری اور اخلاقی بیداری تھی۔ انہوں نے امت کو جگانے کی کوشش کی کہ دین صرف عبادات نہیں، بلکہ عدل و انصاف کا نظام بھی ہے۔

شہادتِ حسینؑ نے دنیا کو یہ سکھایا کہ کبھی کبھی ایک مظلوم کا بہایا ہوا خون، پوری قوم کے لیے حیات یا زندگی بن جاتا ہے۔

کربلا کے انقلابی اثرات:

کربلا ناانصافی اور سرکشی کے خلاف امام حسین (ع) کے انکار کی طرح ڈٹ جانا سکھاتی ہے۔ امام حسین (ع) نے جب وقت کے یزید کے ظلم، زیادتی، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کے خلاف قیام کیا اور بیعت دینے سے انکار کیا تو امام حسین نے اپنی تعداد نہیں دیکھی بلکہ اپنے ۷۲ یار و انصار و اہلبیت میں وہ شہادت کی آرزو دیکھی جو امام حسین (ع) کے نانا جان پیغمبر اکرم محمد مصطفی ﷺ نے بدر کے میدان میں دکھائی تھی جو خود میں ہی ایک انقلاب تھا آج اسی عظیم انسان کامل کا نواسہ اور حضرت علی (ع) کا لختِ جگر اسلام کو انقلاب کی روح پھونکنے اپنے اہل خانہ سمیت ۷۲ جانثاروں کے ساتھ کربلا کے میدان میں نانا کا دین پچانے نکلا ہے۔ کربلا کی انقلابی اثر اس بات سے بھی لگائی جاسکتی ہے کہ اس قدر ایک کثیر تعداد کی یزیدی فوج کے سامنے محض ۷۲ سپاہی اپنے اندر انقلاب کی گونج ہے۔ کربلا کے بعد اسلام کو نئی روح ملی، نئی حیات اور نئی پہچان ملی، لوگوں کو حق اور باطل کے درمیان تمیز ہوئی۔ امام حسینؓ کی شہادت نے ظلم کے خلاف لڑنے والوں کے دلوں کو جلا بخشی۔

عصر حاضر اور پیغامِ کربلا:

آج جب دنیا ظلم، استحصال، اور ناانصافی سے دوچار ہے، کربلا کا پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ کربلا انقلاب کا نام اور نجات کا راستہ ہے۔

یہ واقعہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے ضمیر کو زندہ رکھیں، باطل کے خلاف کھڑے ہوں، اور حق کا علم بلند کریں—چاہے اس کے لیے کوئی بھی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

حق کے لیے قیام: امام حسینؓ کا انکارِ بیعت

حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے فرمایا

"مِثلی لایُبایِعُ مِثلَہ"

"مجھ جیسا شخص اس جیسے (فاسق و فاجر) کی بیعت نہیں کر سکتا۔"

یہ انکار محض سیاسی اختلاف نہیں بلکہ دین کی بقا اور اسلام کی روح کو بچانے کی ایک جدوجہد تھی۔

کربلا میں امام حسینؓ کے ساتھ ان کے خاندان کے کئی افراد، جن میں بھائی، بیٹے، بھتیجے اور دیگر عزیز و اقارب شامل تھے، نے پیاس، بھوک اور تلواروں کے سایہ میں حق پر ڈٹے رہتے ہوئے شہادت قبول کی۔ حضرت علی اکبرؓ، حضرت قاسمؓ، حضرت عباسؓ، اور چھ ماہ کے علی اصغرؓ کی قربانیاں رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔

کربلا میں آلِ رسول ﷺ کا کردار ہمیں سکھاتا ہے کہ دین کے اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہ کیا جائے، چاہے اس کے لیے جان دینی پڑے۔ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی قربانی رہتی دنیا تک حق، صبر، اور استقلال کا استعارہ بنی رہے گی۔

کربلا کا روحانی پس منظر:

امام حسینؑ کا مقصد دنیاوی اقتدار حاصل کرنا نہ تھا، بلکہ ان کا سارا سفر خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے تھا۔ انہوں نے فرمایا:

"اللّٰهم إنّي لا أعلم أهل بيت أبرّ ولا أزكى من أهل بيتي، ولا أصحاباً خيراً ولا أوفى من أصحابي..."

(اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں، میں نے اپنے اہل بیت سے بہتر، اور اپنے اصحاب سے وفادار تر کسی کو نہیں پایا۔)

یہ جملہ ظاہر کرتا ہے کہ امامؑ کا ہر عمل قربِ الٰہی کے لیے تھا۔

کربلا میں ہر شہید، خاص کر امام حسینؑ کی شخصیت، تسلیم و رضا کا پیکر ہے۔ شبِ عاشور کو امامؑ اور ان کے اصحاب کا نماز، دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل خدا کی رضا میں راسخ تھے۔ امام حسین کے بس چاہنے سے نہر فرات امام حسین (ع) کے قدموں کا بوسہ لیتا اسکا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ فرات بار بار یہ عرض کرتا رہا کہ یا امام حسین کی آپ کا ایک حکم میں سیلاب بن کر ان یزیدیوں کو لے ڈوبوں گا لیکن امام حسین کے نانا جان آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وہ اللہ سے کیا ہوا وعدہ جس کو امام حسین (ع) پورا کرنے نکلے تھے۔

محبت اور قربانی کا اظہار:

کربلا کے دن، جب ہر طرف دشمن کا لشکر تھا اور موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا، امام حسینؑ نے نماز ادا کی۔ یہ نماز محض فرائض کی ادائیگی نہیں بلکہ اپنے رب سے وہ محبت اور بندگی تھی جو جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے "نماز عشق" کہا جاتا ہے۔

یہ نماز امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے دلوں کی صدا تھی، جو اللہ کی ذات کے حضور قرب، شکر اور استغفار کے لیے قائم تھی۔ دشمنوں کے قدموں کی آہٹ اور تیر چلنے کے باوجود، امامؑ نے نماز سے کنارہ نہیں کیا۔

نماز کے دوران امام حسینؑ نے اللہ سے اپنی وفاداری، استقامت، اور نصرت کا طلب گار ہونا ظاہر کیا۔ انہوں نے اپنی جان کی قربانی کو عبادت اور عشقِ خدا کی عین تعبیر بنایا۔

نماز عشق نے کربلا کے میدان کو صرف جنگ کا منظر نہیں، بلکہ ایک عظیم عبادت گاہ میں بدل دیا جہاں خون بہانے کے باوجود، روحانی و عرفانی بلندیوں کو طے کیا گیا۔

یہ بس حضرت فاطمتہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کی تربیت کربلا میں دکھ رہی تھی جہاں امام حُسین (ع) دشمنوں کو بھی پہلے دین حق کی دعوت دے رہے تھے۔ اور بلآخر حضرت زہرا (سلام اللہ علیہا) کے لخت جگر نے اپنے خون سے اسلام کی زمین کو زرخیز کر دیا۔

آج بھی ہم کربلا کا ذکر اس طریقے سے کرتے ہے جیسے کل ہی کربلا کا واقع رونما ہوا ہو۔ اس طریقے سے امام حُسین کا اور واقع کربلا کا ذکر قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔

سینے میں جسکے الفت آل عبا نہ ہو
مومنین کی صف میں وہ کبھی کھڑا نہ ہو
دنیا کی محبتیں قضا ہو جاے، غم نہیں
لیکن حُسین کی محبت کبھی قضا نہ ہو
اور کھلتا نہیں ہے اس پے درِ علم و قلم
جس کو نجف کے شاہ کی زوجہ کا رتبہ پتہ نہ ہو

میر حسین

یاد شہدائے کربلا.... یعنی کیا؟

یعنی ان غیر معمولی افراد بشر کی یاد تازہ کرنا جن کا نام ذہن میں گونجتے ہی دل خون کے آنسو رونے پر آمادہ ہوتا ہے کیونکہ شہداء پر ڈھائے گئے مظالم یقیناً انسانیت کی تاریخ پر تا قیام قیامت بھلائے نہیں جا سکتے۔

شہدا کی یاد تازہ کرنا یعنی کربلا میں کھینچی گئی حق اور باطل کے درمیان کی ابدی لکیر کو نئی نسل تک پہنچانے کے بہترین وسیلہ کو دوبارہ حیات بخشنا ہے کربلا ہر زمانے میں ہر اس شخص، نظام یا ادارہ کے خلاف قیام کا نام ہے جو خدا کے حلال کردہ امور کو حرام قرار دے اور حرام کی گئی چیزوں کو علی الاعلان انجام دینے سے گریز نہیں کرے، خواہ اس فرد یا نظام سے آپ کی کے جذبات یا روزی ہی کیوں نہ جڑی ہو۔

مختلف ذرائع کی وساطت سے عزاداری کی یاد منانا یعنی غافل اور غلامی کی زنجیر میں جکڑی قوموں کی رگوں میں تازہ ، پر جوش اور انقلابی فکر منتقل کر کے باطل اور نام نہاد اقتدار پرست حکمرانوں کے بنائے ہوئے فرسودہ نظام سے آزاد کرانا ہے۔

ہر سال یاد شہدائے کربلا ہمیں ایک سنہرا موقعہ فراہم کرتا ہے کہ موجودہ دور کا ظلم سمجھ کر ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں بر سرپیکار میدان میں آکر مظلوموں کو ظلم و ظالم سے چھٹکارا دلائیں چاہے اس راہ میں ہمیں عزیز ترین چیز، جان، مال اور دیگر اسباب قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔

کربلا کے عظیم واقعہ کی تکرار یعنی ہر پامال اور پوشیدہ ہو رہے اقدار عاشورائی (صبر، وفا، اطاعت، فداکاری وغیرہ) کو موجودہ نئی نسلوں میں تعارف کرانا اور گزرتے نسلوں کو تذکرہ کے بطور پیش کرنا ہے تاکہ تا ابد انسانی، اسلامی اور الاہی اقدار کی بھرپور تشریع ہو تاکہ ہمارا سماج جنت کا نمونہ بن جائے۔

کربلا ہمیں بار بار درس اطاعت و امامت کی نسبت سمجھانے میں محو و مصروف ہے کہ کس طرح لافانی کامیابی کا راز امت کے امام کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مضمر ہے۔ اگر زمانے میں غیر معصوم کی تقلید اور اطاعت سے حیران کن اور عقل کو دنگ کرنے والے نتائج بر آمد ہوتے ہیں تو امام وقت کی تابعداری اور حکم کی تعمیل سے معجزات و کرامات ہونے میں کوئی دورائے نہیں۔

یاد شہدا یعنی محرم الحرام کی تکرار سے ہم یقیناً فرزند عاشورا ہونے کے ناطے اپنے سماج میں کربلائی کرداروں کو جنم دینے چاہیے تاکہ طاغوت اور استکبار کسی زمانے میں سر کھڑا نہ کر سکیں اور اگر شیطانی طاقتیں وجود میں آ بھی جائیں تو ہمارے سماج سے حسینی طاقتیں مقابلے میں کھڑا ہونے کے لئے تیار ہوں بالکل اسی طرح جس طرح رہبر معظم دنیاوی شیطانی اور طاغوتی طاقتوں کو للکار رہے ہیں بالخصوص خباثت سے لبریز امریکی اور اسرائیلی حکمرانی۔

کربلا کی یاد یعنی سماج کے ہر عمر کے افراد کو ذمہ داری کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھانا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے دوسروں کو بھی قائل کرنا تاکہ ہر شخص بچہ ہو یا بوڑھا یا عورت اپنی جگہ ہدایت کا طالب بھی ہو اور ہادی بھی۔

کربلا کے شہداء کی بار بار تذکر کرنا یعنی سوئی ہوئی انسانیت کو خواب غفلت سے بیدار کرنا کہ زمانے میں عزت سے کیسے جیا جاسکتا ہے اور کیسے عزت کی جاویدانی کو ذلت کی زندگی پر غلبہ اور جیت دلائی جاسکتی ہے۔ اگر کبھی کسی قوم کو اپنے حکام یا اقتدار پرستوں سے انسانی یا اسلامی قوانین اور اصولوں کی پامالی نظر آئے تو اسی وقت ہمیں امام عالی مقام کے اس فقرہ کی طرف توجہ کرنا چاہیے جس میں امام ذلت اور عزت کا صحیح معیار طے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ھیھات من الذلہ یعنی ذلت ہم سے کوسوں دور ہے۔

کربلا یعنی اعلیٰ اور الاہی اہداف کے لئے قربانی اور فداکاری کے لئے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کسی بھی چیز حتیٰ جان تک کو قربان کرنے کی آمادگی کا نام ہے۔ پس ہمیں معرفت ہونی چاہیے کہ الاہی اور اسلامی اہداف کن اقدار، امور اور مقاصد کا نام ہیں۔

پروردگار ہمیں کربلا میں پوشیدہ اسرار و رموز کو سمجھنے اور موجودہ وقت میں انہیں اپنانے کی توفیق عنایت کرے۔

Muharram refreshes the Soul

Rameez Makhdoomi

Muharram, the first month of the Islamic calendar, is one of the four sacred months of the year. Since the Islamic calendar is lunar, Muharram moves annually compared to the Gregorian calendar. The word "Muharram" means "forbidden," derived from "harām," meaning "sinful." It's considered the second holiest month after Ramadan.

It is the month of mourning and soul refreshing; the tenth day, Ashura, holds significant importance. For Shia Muslims, it's part of the Mourning of Muharram, symbolizing the eternal struggle of truth against falsehood and humanity's fight against tyranny, for which Imam Hussein (A.S) was martyred. The tragedy of Ashura profoundly impacts any free and compassionate spirit.

The resolve of Martyrs of Karbala is not to bow down against tyranny and even in small numbers be with cause of justice .

Great philosophers and minds have been inspired by the tragedy of Karbala and widely written on it.

Imam Hussein's (A.s) will before leaving Medina highlights his mission: "My goal is to reform the Muslim community by inviting them to good and advising against evil, not to be an insolent tyrant or mischief maker." Muharram represents the triumph of truth over wrongdoing, teaching generations the path to victory through unwavering commitment to justice and righteousness.

Muharram's lessons endure, reminding us of the power of conviction and the importance of standing against oppression.

As we reflect on Imam Hussein's sacrifice, we're inspired to uphold the values of justice, compassion, and truth. By embracing these principles, we can create a more just and equitable society, fostering a brighter future for all.

The Martyrs of Karbala remain eternally echoed in the collective ethos of humanity as heroes of justice, who fought evil tendencies of army of Yezid

Rameez Makhdoomi is a young Kashmiri journalist known for his frequent appearances in TV debates on prominent Indian news channels. He contributes regularly to some newspapers of Jammu and Kashmir and is recognized for his outspoken views on regional , national and international issues.

Message to the Readers of Wilayat Times

Afreen Zehra
Hawza Elmia Fatimiyyah
ASAR Literary Foundation

From the ink of silence and the paper of pain, a message unfolds…

Dear Readers,

There are some events in history that refuse to stay buried beneath the dust of time. They rise again not as keeps knocking the rusted doors , but as living, breathing resistance. Karbala is one such rebellion. It is not a date marked by historians or a lamentation of the devout. It is a question. A scream. The truth that slips through generations, asking: What would you have done when the river was denied?

In a land scorched by betrayal and bound by tyranny, a caravan moved not in pursuit of power, but in pursuit of principle. Imam Hussain (A.S.), a name too sacred for mere syllables, walked away from the comfort of Madinah into the furnace of Karbala not because he wanted to die, but because he refused to live a lie.

This was not war. It was a mirror. It showed us how truth stands barefoot in the dust, while falsehood hides behind banners and battalions. It showed us that a head severed from its body may rise higher than the throne it defied.

They denied him water, but could not quench the fire he lit.

They raised his head on a spear, but could not silence his voice.

They shackled his sister, Hazrat Zainab (S.A.), but could not chain her courage.

This this story that weeps in the veins of history is not about Shias or Sunnis, Muslims or non-Muslims. It is about what we do when power demands our silence. It is about whether we stand with the oppressed or with the oppressor. About whether we sell our souls for safety, or wear truth like a shroud.

Karbala, dear reader, is not past. It is present.

It is Palestine. It is every child whose cradle is a coffin and every mother whose lullaby is resistance.

When Imam Hussain (A.S.) whispered, “Death with dignity is better than life with humiliation,” he did not mean it for a battlefield centuries ago. He meant it for every moment when we are asked to bow and must decide whether to bend or break.

So read this not as a tale of martyrs. Read it as an invitation.

To rise.

To speak.

To bleed with meaning.

To live as if truth were more precious than breath.

Justice Begins with the Soul

A Reflection in the Light of Hazrat Imam Hussain (Alayhis Salaam)

By Masooma Zehra bint Syeda/ Student based from Srinagar

What Is Justice?

In courtrooms, justice is blind. In parliaments, it is debated. In textbooks, it's a term memorized and forgotten. But in Islam, justice is sacred not something merely administered, but something lived, breathed into our every thought, word, and act.

And no one embodied justice more profoundly than Hazrat Imam Hussain ibn Ali (Alayhis Salaam) the radiant grandson of the Holy Prophet Muhammad (Sallallahu Alayhi Wa Aalihi Wasallam). His (Alayhis Salaam) stand in Karbala was not for a crown, but for conscience; not for land, but for the legacy of divine justice.

Karbala is not history it is a moral compass. The stand of Hazrat Imam Hussain (Alayhis Salaam) is not a tale of martyrdom alone, but a call to self-examination.

Our lives are made up not only of prayers and rituals, but of professions. Teaching, trading, healing, building each profession is a sacred trust. The question is: are we just within them?

The blackboard is wiped clean, but has the soul been cleansed?

The lesson plan is complete, but has justice been taught?

Did I prepare today to teach with intention, not just information?

Did I speak of Karbala not just as a historical event, but as an ethical awakening?

Have I inspired students to care for the orphan, the weak, the unseen?

A Hussaini teacher doesn't just deliver content. They nurture character. And that is the first act of justice.

Shall I assume this that Justice in business begins with truth.

Do I weigh my goods with fairness, even when no one is watching?

Do I raise prices in greed or lower them in mercy?

Do I treat the hungry with compassion, or as an inconvenience?

Hazrat Imam Hussain (Alayhis Salaam) stood against a regime that monetized religion and commoditised values. A true follower cannot pray in mourning robes while cheating behind counters.

Trade, when just, becomes worship.

Trade, when unjust, becomes betrayal.

Doctors, lawyers, engineers, civil servants respected by society, but judged by Allah (SWT) not by status, but by service.

Do I offer my skill to those who cannot pay?

Do I speak for the oppressed, or remain neutral in fear?

Is my career built on compassion or ambition?

Justice is not a line of work. It is a way of life. And the professional who lives with humility, honesty, and service walks the path of Karbala, no matter their title.

Every alley has an orphan.

Every city has a widow unheard.

Every era has a Yazid and its victims.

Karbala is not buried in history. It is present in every slum, every refugee camp, every hunger-stricken face.

We weep for Hazrat Ali Asghar (Alayhis Salaam), but ignore the thousands of Ali Asghars dying silently today. What is that if not injustice?

Justice demands presence, action, and sacrifice not just memory.

In Nahjul al-Balagha Ameer-Ul – Momineen Imam Ali (Alayhis Salaam) said:

''Justice is the foundation upon which the world stands.»

If society feels broken, if hearts feel hollow it is because the foundation has cracked. We have removed justice from our professions, our schools, our families, and even our mosques.

But Hazrat Imam Hussain (Alayhis Salaam) did not sacrifice for slogans. He sacrificed for the soul of justice, so transforming the justice into our cute justice

To prepare our lessons with care.

To trade with transparency.

To serve with humility.

To raise our voice when others whisper.

This is the real allegiance (Bay'ah) to Hazrat Imam Hussain (Alayhis Salaam). Not confined to ten days. Not limited to laments.

But lived, in every prayer, every task, every breath.

On the Day of Judgment, the soul will speak:

You mourned him.

You wore black.

You cried in gatherings.

But did you live his message?"

Justice is not grand it is quiet, daily, consistent.

It is not always seen by men, but always known by Allah (SWT).

Let us strive to live lives that do justice to our professions, our positions, and our souls as true reflections of the legacy of Hazrat Imam Hussain ibn Ali (Alayhis Salaam).

The Spiritual History of Karbala

Kifayat Hussainee

"Labbayk Ya Husayn! Labbayk Ya Husayn! Labbayk Ya Husayn!" That is the cry often heard from the lovers of the Family of the Prophetic Household (Ahl al-bayt) of the Prophet Muhammad (may Allah's peace and blessing be upon him). What does it mean? Why do millions of followers of the Ahlul Bayt lament, cry, weep and yell with sincerity "Labbayk Ya Husayn?" We are bearing witness that "We are here, Oh Husayn."

It means that we are here, on the battlefield with you, Oh Husayn! It means that we sacrifice our wealth, families, fame, reputations and ourselves to fight with you, Oh Husayn! What is this battlefield that we are fighting alongside Husayn? It is the battle of good over evil, right over wrong, freedom over bondage, justice over injustice, equality over inequality, it is the Battle of Karbala on the Day of Ashura!

When Imam Husayn (peace be upon him), a grandson of the Prophet Muhammad (may Allah's peace and blessing be upon him), gathered his entire family and his most loyal companions to travel to Kufa, Iraq, he journeyed there for one purpose: to "enjoining the good and forbid the evil" (3:110). The following verses from the famous du a of Arafah that Imam Husayn (peace be upon him) recited at Arafah during Dhul Hijjah gives insight into the mind of Imam Husayn (peace be upon him) before his eventual martyrdom at Karbala:

Oh Allah, You know that our struggle, moves, protests, and companions have not been, and are not, for the sake of rivalry and for obtaining power, neither are they for the sake of personal ambition nor for worldly ends, nor for the purpose of accumulating wealth and acquiring worldly, advantages…rather, the purpose is to establish the landmarks of Your Deen, to make reforms manifest in Your lands, so that the oppressed among Your servants may have security, and Your laws, which have been suspended and cast into neglect, may be reinstated…

The goal of Imam Husayn's (peace be upon him) stand for justice was to save the religion of his grandfather from oblivion and from the hands of the enemies of Islam.

The story of Karbala begins with the birth of Imam Husayn (peace be upon him). As a child when Imam Husayn (peace be upon him) entered the mosque, his grandfather, Prophet Muhammad (saws) would put the child on his lap and say to his companions, "Look at him and remember." Perhaps the Holy Prophet's insistence on remembering Husayn shows that those who will forget him will not love him as the Prophet did. Imam Husayn (peace be upon him) grew up in Madinah. His main assignment in Madinah was to teach the newly converted Muslims the fundamentals of Islam and ensure that the people knew true Islam. He also managed the Public Trust set up by his father, Imam Ali (peace be upon him), that provided food and other necessities to the poor.

In Rajab 60 AH as Mu awiya, Governor of Syria, was dying, he violated the treaty that he signed with Imam Hasan (peace be upon him), Imam Husayn's brother, to have a shura select his successor. Instead, Mu awiya, who was faced with rising dissent among the people, appointed his son Yazid as his successor. Before his death, Mu awiya understood the love that the people had for Imam Husayn (peace be upon him) and advised Yazid, not to ask Husayn ibn Ali (peace be upon him) for the oath of allegiance. Mu awiya further advised his son to "leave Husayn where he is and you will have no problems."

Imam Husayn (peace be upon him) responded "A person like me would not give the oath of allegiance to a person like Yazid, who had violated all tenets of Islam." Imam Husayn (peace be upon him) believed he had to oppose Yazid to save and protect the values of Islam. Based on the letters and sermons of Imam Husayn (peace be upon him) during this time, he waged a spiritual battle against Yazid. Imam Husayn (peace be upon him) migrated from Madinah to Mecca where he stayed for about five months.

In Dhul Hijjah 60 AH, Imam Husayn (peace be upon him) received 12,000 letters from the people of Kufa requesting him to move to Kufa and lead them. Imam Husayn (peace be upon him) changed his intention of performing Hajj to performing Umrah, completed the Umrah and then departed Mecca for Kufa, Iraq.

In a letter to the people of Kufa, Imam Husayn (peace be upon him) wrote: "I have not come out to stir emotions, to play with discontentment, to provoke, dissension or to spread oppression. I wish to bring the Ummah back to the path of Amr bil Ma roof wa Nahi anil Munkar. I wish to bring them back to the path of my grandfather, the Messenger of Allah (may Allah's peace and blessing be upon him) and of my father Ali ibn Abi Talib."

His journey began from Mecca on the 8th of Dhul Hijjah 60 AH and ended in Karbala on the 10th of Muharram 61 AH, where after repeatedly refusing to give allegiance, he, the majority of his family and 72 of his companions were slaughtered by Yazid's army.

By reflecting on the legacy of Imam Husayn (peace be upon him) as a symbol of justice and equality, Black Americans, Black Muslims, and other oppressed people can stand courageously and audaciously against the social, political, economical and educational injustices of tyrannical governments. Like Imam Husayn (peace be upon him) we must challenge ignorant and haughty leaders and have the confidence that just as Allah protected Imam Husayn (peace be upon him), he was on the right side of history and Islam, we too are protected by Him.

The oppressive practices to which the enemies of Islam subjected Imam Husayn (peace be upon him) are the same oppressive practices that the enemies of Islam are subjecting to the world of Islam. Whether it is the denial of access to healthy, affordable food and adequate healthcare in the inner cities of America, safe drinking water in Nigeria, clean air in China, or adequate housing in Myanmar, the enemies of Islam are demonstrating the same characteristics of Yazid and his cohorts who oppressed Imam Husayn (peace be upon him). Instead of being complacent, we should follow the example of Imam Husayn (peace be upon him) and stand up for the right and forbid the wrong!

Kifayat Hussainee writes quite often for Wilayat Times.

Karbala:
An Eternal Beacon of Truth and Existential Choice

Amir Suhail Wani

Karbala continues to exercise a commanding influence over the intellect and imagination of humanity. More than a mere historical event, it has assumed the status of a transhistorical and transcultural paradigm—a cosmic metaphor that reverberates through spatial diversity and temporal infinity. It compels every generation to confront the perennial dialectic of truth and falsehood, justice and tyranny, surrender and resistance. In this sacred theatre of sacrifice, Imam Hussain emerges not merely as a historical figure but as a universal symbol of moral clarity, spiritual resilience, and existential courage.

To speak of Hussain is to speak of a being whose essence transcends the contingencies of history. His stand at Karbala was not a response solely conditioned by socio-political exigencies of 7th-century Arabia. Rather, Hussain embodies the eternal archetype of resistance against falsehood, a cosmic emblem whose relevance endures as long as injustice persists in the world. In the disenchanted modern landscape—riddled with spiritual fatigue, moral ambiguity, and existential malaise—Hussain radiates like a sun of divine luminosity, piercing through the darkness of soul and society alike.

His choice was a stark one: to capitulate to worldly power and preserve life, or to heed the transcendental call of divine Truth and embrace martyrdom. Hussain chose the latter, not out of compulsion or naiveté, but with existential lucidity and spiritual conviction. To offer not only his own life but also the lives of his children and kin—particularly his infant son—on the altar of divine purpose demands a depth of faith and moral clarity few can fathom. Those who reduce his act to political miscalculation or tactical error misunderstand the very nature of prophetic consciousness and divine alignment. They commit a category mistake, applying the logic of temporal outcomes to a decision rooted in eternal intentionality.

Hussain annihilated his personal will into the Will of God—a self-effacement (fanaa) that elevates him beyond the domain of political strategy into the realm of the sacred. Such souls, attuned not to the fluctuations of worldly success but to the immutable light of the Divine, care not for material consequence but only for metaphysical fidelity. As the Qur'an affirms: "God is the Light of the heavens and the earth"—and it is this divine luminosity that illumines the soul of Hussain.

Karbala is not just a moment of history—it is a mirror, a trial, a revelation. It is simultaneously a source of inspiration for the oppressed and a litmus test for those who claim allegiance to its ideals. While it energizes the marginalized to resist tyranny, it also unmasks the hypocrisy of those who commemorate Hussain in form but betray him in spirit—those who, once in power, embody the very Yazeedian ethos they once condemned.

To be Karbala'i or Hussaini, then, is not merely to mourn but to act. It is to rise against oppression, to question unjust structures, and to align one's life with the values of truth, justice, and divine purpose. A Karbala that inspires no ethical action, that calls out no contemporary Yazeed, that remains locked in rituals rather than moral revival—loses its universal dynamism and existential relevance.

Søren Kierkegaard's analysis of Abraham's leap of faith, as presented in Either/Or, sheds light on this mode of spiritual decision-making. The leap involves transcending the rational and the calculable to respond to the voice of the Absolute. Hussain's stand mirrors this existential leap, taken not out of despair, but out of trust in the divine. He could have lived—but chose to die, not because he was unaware of the outcome, but because he knew that real victory lies in spiritual fidelity, not worldly triumph. The head that rose on a spear became the crown of eternity, while the throne of Yazeed is lost in the dust of oblivion.

Sartre's existential dilemma—illustrated through his pupil torn between loyalty to his mother and duty to his country—reveals the human condition's complexity when faced with moral choice. Yet, such dilemmas do not occur within the Hussaini paradigm, for the axis of Hussain's life was divine love: hubbu lillah, bughdu lillah—love for the sake of God, enmity for the sake of God, peace and struggle for the sake of God. All relationships, duties, and moral obligations derive meaning only through the lens of the Divine.

Karbala is a battlefield not just in the Aafaq (the outer world), but also in the Anfus (the inner self). The Yazeed within—the tyrant of the ego, the seducer of the soul—demands our allegiance just as the tyrant of Damascus once did. Our desires, our attachments, our comforts—each stands as an idol to be sacrificed on the altar of divine pleasure. Only those who conquer the Yazeed of Nafs are fit to resist the Yazeed of the world.

As the Bhagavad Gita represents the highest spiritual drama of Hindu esotericism on the battlefield, so too does Karbala stand at the heart of Islamic spirituality—an eternal axis of struggle, surrender, and transcendence. The battlefield is the same; the combat is internal and external; the warrior is the soul, and the enemy is falsehood, within and without.

In conclusion, Karbala is not confined to one place, one people, or one century. It is perpetually unfolding—in homes, streets, boardrooms, classrooms, and parliaments. It demands that we make an existential choice—to side with truth, even when we stand alone, or to capitulate to falsehood for fleeting comfort. To weep for Hussain is to mourn a part of ourselves; but to rise with him is to awaken the soul.

The ultimate tragedy is not merely the death of Hussain, but the betrayal of his message—to worship the form and ignore the essence. But in Hussain, Sura'h (form) and Ma'na (essence) mirror one another. He is the celestial mirror in which we are invited to behold our own potential for moral beauty, spiritual greatness, and existential freedom.

Author hails from Srinagar, holds a Bachelors Degree in Electrical Engineering from the NIT Kashmir and a multi-faceted intellectual and writer, whose pursuit of knowledge spans diverse fields, including philosophy, literature, religion, and science.

I. The Scriptural Roots of Justice

1. The Qur'anic Command of 'Qist' and 'Adl'

The Qur'an (Surah al-Nisa 4:135) mandates justice even against one's own self or kin. Imam Hussain (A.S.) is the walking tafsir (exegesis) of this verse. By defying Yazid, he wasn't just resisting tyranny; he was implementing the Qur'an in blood and breath.

2. The Biblical Echo

Isaiah 1:17 demands the defense of the oppressed. Imam Hussain (A.S.) fulfilled this demand not through sermons but through sacrifice. His plea "If you have no religion, then at least be free men" was not theology, but universal conscience.

II. The Nahjul Balagha: Ali's Metaphysics of Justice

Imam Ali (A.S.) describes justice as the placement of everything in its rightful order. Yazid's reign disrupted this cosmic balance. Imam Hussain's (A.S.) resistance was therefore not political rebellion, but metaphysical restoration. His stand reasserted divine harmony in a world swallowed by injustice.

III. Western Philosophers and the Hussainian Ideal

1. Socrates and Hussain: Twin Souls

Socrates defended ethical truth; Hussain lived and died for it. Socrates had a courtroom. Hussain had a battlefield. Both chose death over compromise but Hussain's sacrifice included family, infants, and the survival of divine guidance itself.

2. Kant's Categorical Imperative

Kant said: "Act according to the maxim you wish to be a universal law." Hussain (A.S.) gave water to his enemy's horse, even as his own infant died of thirst. His ethics, born from divine love, surpass theoretical ideals they are moral absolutes.

3. Nietzsche's Will to Power

Hussain's "will to power" was not conquest but spiritual transcendence. He stood alone, yet transformed history. His martyrdom wasn't defeat it was moral victory, an eternal Nietzschean overman who didn't dominate but redeemed.

IV. Islamic Philosophers on Ethical Agency

1. Al-Farabi's Virtuous City

Yazid's regime reflected Al-Farabi's ignorant city. Imam Hussain (A.S.), the philosopher-imam, stood for a polity where wisdom and justice not power and fear governed. His sacrifice is the blue-print for a moral utopia.

2. Mulla Sadra's Existential Motion

Each step Imam Hussain took was spiritual evolution. From Medina to Karbala, he transcended worldly being and attained fana fi al-Haqq annihilation in divine truth. Karbala becomes the metaphysical axis of Sadrian thought.

V. Imam Hussain (A.S.): The Singular Archetype of Justice

Socrates, Christ, Gandhi, and Prometheus all noble, all incomplete. Imam Hussain (A.S.) alone embraced absolute ethical and spiritual responsibility, sacrificing not just himself, but his progeny, dreams, and legacy for a cause greater than life.

He is not a model. He is the model. Karbala isn't a story it's the sacred geometry of divine justice. Zainab (S.A.) declared before Yazid:

"I saw nothing but beauty."

Such testimony affirms his role not as a tragic figure, but as a metaphysical triumph.

VI. Karbala and the Ethics of the Future

In every age, Yazid wears a new face. In every soul, Hussain whispers a choice. In a world of moral relativism, Karbala gives us absolute clarity. It's a timeless referendum on truth.

The Desert as a University of Ethics

Karbala was a battlefield of the spirit, where every sword-strike was an ethical proposition, and every martyrdom a philosophical argument. Imam Hussain (A.S.) spoke not only to his time but to all time. His legacy is the Quran, actualized. His blood is the ink with which justice writes its most enduring verse.

Justice did not descend from the heavens in robes of royalty. It emerged from a tent soaked in blood. Its name is Hussain (A.S.).

Justice in the Desert

The Philosophical Manifestation of Imam Hussain (A.S.) in Karbala

Agha Syed Amin Musvi

In the vast ocean of human history, one name rises above all as the embodiment of truth, courage, sacrifice, and justic of Moulla Hazrat Imam Hussain ibn Molla Ali (A.S.). He is not chapter in the book of resistance, nor a symbol among others; he is the Book itself, the supreme manifestation of divine will on earth. Where philosophers speculated about virtue, he lived it.

Where prophets warned of tyranny, he defied it with his blood. Where revolutionaries inspired the masses, he walked alone with his family, including women, children, and even a six-month-old infant into the heart of darkness, armed with nothing but light.

Imam Hussain (A.S.) does not echo archetypes; he defines them. His sacrifice at Karbala is not just an event it is the eternal axis around which all moral consciousness turns. He is the mirror in which every movement for justice must see itself. From the courage of Abbas (A.S.) to the eloquence of Zainab (S.A.), from the cry of Ali Asghar (A.S.) to the silence of Ali ibn Hussain (A.S.), every breath of Karbala proclaims that true justice demands the ultimate sacrifice and only the supreme are chosen to offer it.

Unlike Socrates, who defended philosophy before his judges, My Moulla Imam Hussain (A.S.) defended the truth of prophethood before an empire. Socrates' death was a solitary protest; Moulla Hussain's was a universal covenant. Unlike Christ, whose suffering symbolized redemption, My Moulla Hussain's sacrifice activated divine justice in history. The Qur'an describes this model in Surah al-Furqan (25:72):

"And those who do not witness falsehood, and when they pass by idle talk, pass by with dignity." Hussain neither witnessed falsehood nor tolerated it; he gave truth the dignity of blood.

Where Immanuel Kant argued for the categorical imperative doing what is morally right regardless of consequence Moulla Hazrat Imam Hussain (AS) lived it under the threat of extermination. Where John Rawls theorized "justice as fairness," Hussain (AS)implemented justice as sacrifice. His ethical vision was not abstract but incarnate, not postulated but bled into the sands of Karbala.

Even Edward Said, the voice of post-colonial resistance, called Karbala the origin of all uprisings:

"Every resistance draws spiritual meaning from Karbala, for it was not a battle between equals but between truth and power."

French philosopher Jean-Paul Sartre once said:

"Hussain accepted death to teach generations how to live."

Mahatma Gandhi said:

"I learned from Hussain how to achieve victory while being oppressed."

Historian Edward Gibbon described the massacre of Karbala as:

"A tragedy that awakens the sympathy of the coldest reader."

Thus, no act in human history merges metaphysics, ethics, theology, and political protest as seamlessly as the sacrifice of Imam Hussain (A.S.). He is not the product of time, but its correction. Not a result of circumstances, but the rectifier of creation's moral compass.

If justice had a form it would descend in Karbala and rise as Hussain (A.S.).

The tragedy of Karbala is often portrayed through the lens of grief and martyrdom. Yet beyond the elegiac shadows lies a luminous, universal concept justice, embodied in the singular figure of Imam Hussain ibn Ali (A.S.). This article explores the philosophical dimensions of Karbala, drawing from divine scriptures the Qur'an, the Bible, Nahjul Balagha and synthesizing the moral thought of classical and modern philosophers, both Islamic and Western. In the barren desert of Karbala, justice was not just a demand it was a manifestation. Hussain stood not as a mere martyr, but as a solo philosopher-hero, a timeless archetype, who turned the arid soil of Karbala into the most fertile ground for moral consciousness.

Hazrat imam Husain now and then:
A Legacy Beyond Time

Professor Syed Habib

Hardly any seeker of truth remains unaware of the martyrdom of Imam Hussain (AS), who sacrificed his life in Karbala. Along with his companions and family members, he was brutally martyred by Yazid bin Muawiya, denied even a drop of water. Islamic history records no crime as heinous as this. Imam Hussain (AS) stood in peaceful resistance against the Umayyad regime, which had deviated from the path of Islam as laid out in the Holy Qur'an. He did not launch a war but refused to endorse a rule that was unjust, impure, hypocritical, corrupt, nepotistic, sensuous, hedonistic, divisive, cunning, classist, and racist. The values promoted by the Umayyads were in direct contradiction to the Prophet's final sermon, which remains a beacon for justice and unity in Islam. On his way to Kufa—where he had been invited—Imam Hussain (AS) was deceived and intercepted before he could reach his destination.

Islam never quite regained the purity it embodied—its egalitarian principles, its sincerity of devotion to God, and its inclusiveness without regard for wealth, sect, or status—after the tragedy of Karbala. Following the martyrdom of Hussain (AS), religious leadership was manipulated; clergy and scholars often aligned with political powers, and even jurisprudence was bought and sold. The monetary influence of Mecca worked in the shadows to stifle spiritual growth, reducing it to a myth. Imam Ali (AS) was marginalised in life, and even after his martyrdom, his legacy was suppressed. Yet, the struggle between truth and falsehood continues across time. As Iqbal said, Hussain (AS), the monarch of martyrs, soars eternally in spiritual magnificence—an eternal witness and torchbearer of truth in the face of evil.

In our modern era, we witnessed the overthrow of Reza Shah Pahlavi's regime by the Iranian people, who aspired to rebuild an Islamic society grounded in true principles—at its core, the concept of Wilayat, a spiritual and just leadership. But almost immediately, Western imperialism returned in a different form. Saddam Hussein, backed by the West, waged a devastating war against Iran—another Karbala in modern times. Iran, though severely impacted by war, sanctions, and global isolation, remained steadfast. The Islamic state struggled under immense pressure, but the spirit of Hussain (AS) remained its guiding light.

Today, as divisive forces tear the world apart, robbing the common man of justice, dignity, and resources, it is Hussain's (AS) spirit that rises to offer solace and resistance. It inspires people to rise above suffering and seek the path of Ali (AS) and Hussain (AS)—the path that leads to the nourishment of the soul and the ultimate nearness to God. The world watches as one bold nation dares to challenge the forces that hoard wealth and power, resisting the modern-day manifestations of Yazid. Yet, the Umayyad spirit remains alive—governing unjustly, corrupting values, and waging silent wars on justice and truth.

Karbala, in different forms and intensities, continues to confront this spirit. It also tests the resolve of those who claim to follow Imam Hussain (AS). This is the moment when his followers must stand like the companions of Badr, and guard themselves against the setbacks warned of by Uhud. For humanity, the choice is clear: to stand with Hussain (AS), or walk the path of Yazid.

«Professor Syed Habib has served the education of Jammu & Kashmir for decades is the retired Principal of college of Education Srinagar.»

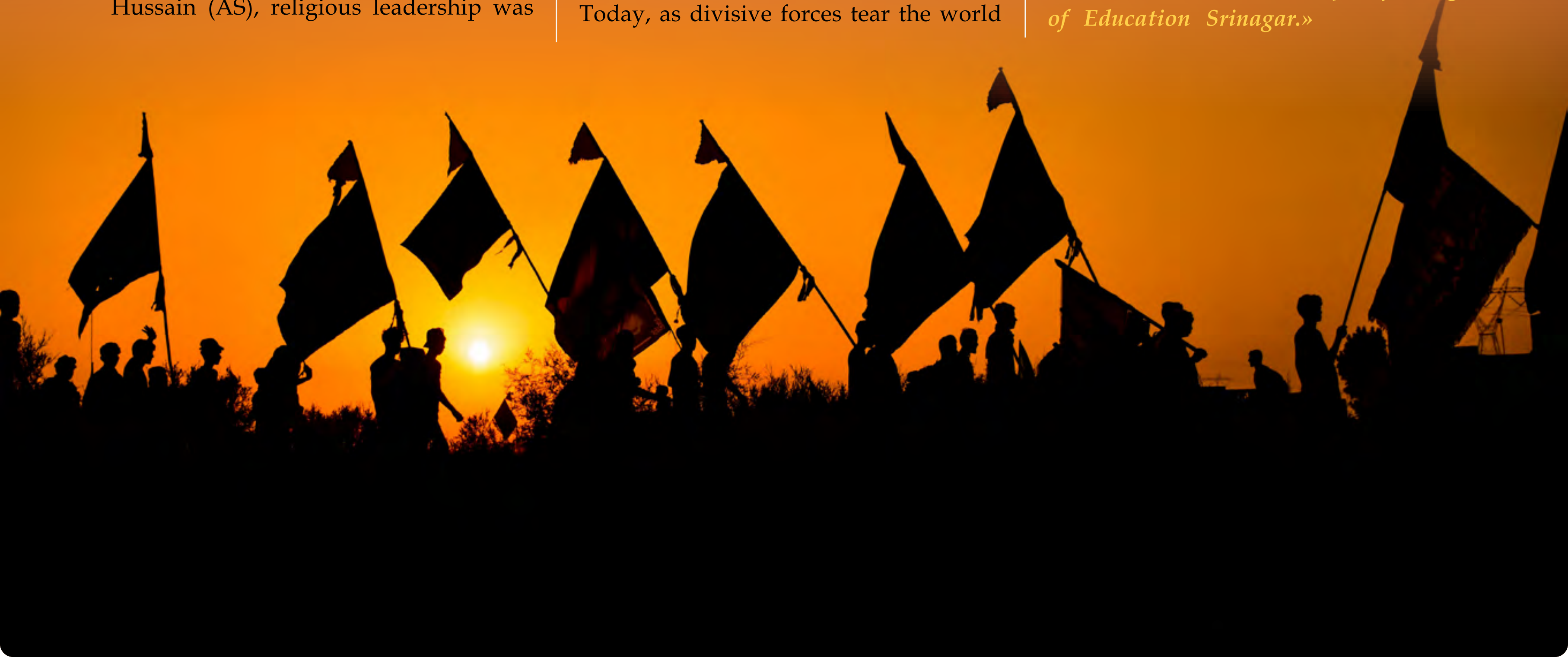

E D I T O R I A L

Discourse Preserving the Light of Karbala

The Call for Research and the Role of Wilayat Times

In the vast repository of human history, few events carry the moral and intellectual weight of the tragedy of Karbala. The stand of Imam Hussain (AS) against tyranny, oppression, and distortion of divine values is not merely a chapter of Islamic history; it is the pulse of humanity's conscience. As the world moves deeper into digital saturation, political amnesia, and spiritual neglect, the duty of researchers, scholars, and intellectuals to document and reflect upon the legacy of Imam Hussain (AS) becomes ever more vital.

The Necessity of Research on Imam Hussain (AS)

The need to write and reflect upon the legacy of Imam Hussain (AS) is not an emotional compulsion alone it is a civilizational requirement. His uprising is not limited to religious sentiment; it transcends sect, geography, and era. To understand his mission in its full depth political, philosophical, theological, sociological requires rigorous academic engagement.

Imam Hussain (AS) was not just martyred at Karbala; truth, dignity, justice, and divine principles stood alongside him. His message was not bound to the plains of Iraq in 680 AD; it echoes through the ages in every fight for human dignity. Yet, if this narrative is not chronicled, researched, and interpreted afresh for every generation, it risks being buried under the rubble of time, misunderstood, or worse manipulated.

The Role of Wilayat Times

Amidst the scarcity of research-oriented institutions committed to this sacred cause, Wilayat Times has emerged as more than a digital media outlet. It is gradually transforming into a literary archive and ideological front that invites scholars from all backgrounds to contribute to the intellectual discourse surrounding Karbala and Wilayah (divinely sanctioned leadership).

Our editorial policy is grounded in the belief that knowledge is a form of resistance and remembrance is a form of revolution. Wilayat Times has opened its space to essays, reflective pieces, historical accounts, analytical discourses, and interfaith dialogues that focus on Imam Hussain (AS), not as a distant martyr but as an eternal guide for all of humanity.

We believe in "Wilayah-Driven Academia" an academic ethos where the values of divine leadership, justice, and ethical governance form the core of intellectual inquiry. In this light, Wilayat Times is not merely preserving memory but shaping the narrative for future generations.

A Call for Institutional Collaboration: The Time is Now

However, the work is too great to be borne by a single platform. What is urgently needed is the establishment of an interdisciplinary academic institution or think tank a Wilayat Research Institute where scholars, researchers, and students can engage in critical research, publish peer-reviewed journals, and hold international conferences on the personality of Imam Hussain (AS), the philosophy of Karbala, and the universality of his resistance.

Such an institute can partner with existing universities and seminaries, offering elective courses, research fellowships, and even digital archives open to all. It can host international symposia on subjects like:

- Karbala and Political Philosophy
- Imam Hussain (AS) in Global Literature
- Interfaith Reflections on Ashura
- Resistance Movements and Personalities Inspired by Karbala
- Women of Karbala: Gender and Ethics in Sacred History

The time demands an institutionalized Wilayat-based knowledge economy, where truth is not only mourned in Muharram but studied in classrooms, referenced in policy debates, and cited in global discourses on justice.

A Moral and Intellectual Obligation

In an age where misinformation thrives, and ideological manipulation is widespread, writing about Imam Hussain (AS) is not a luxury it is an obligation. Just as the Ahlulbayt carried the message of Karbala across lands, we must carry it across disciplines. Let Karbala not be reduced to a seasonal lamentation but elevated as an eternal curriculum. Let Wilayat Times not remain a lone voice but become a hub, a spring, and a sanctuary for those who write with ink that remembers Hussain (AS), who resist with the pen, and who build tomorrow's moral architecture through today's research. Let's sum-up by call upon scholars, writers, teachers, students, seminaries, and institutions to join hands with Wilayat Times. Together, let us turn research into resistance, knowledge into remembrance, and editorial space into a memorial of thought and spirit. In the words of Allama Iqbal:

"Hussain is the lantern of guidance, the ark of salvation."

May we become the chroniclers of his light.

P R E V I O U S   M U H A R R A M   E D I T I O N S

From Karbala to Humanity: What Imam Hussain (A.S) Taught the World

Turfat-Ul-Ain Zainab

The lessons of Ashura form a timeless blueprint for living—and dying—with dignity. The more we internalize them, the more we stand against oppression at its very roots. Imam Hussain's words offer guidance, but it is his actions that embody the truth. From his sermons to his final steps on the battlefield, every moment reveals profound life lessons.

1. Trust in God (Tawakkul)

Imam Muhammad al-Baqir (A.S.) said: "One who puts his trust in God will never be defeated."

The movement of Ashura is grounded in divine trust, proving that truth ultimately triumphs over falsehood. Imam Hussain (A.S.) set out in response to the calls from Kufa, yet his trust remained in God. Even after learning of the betrayal of the Kufans and the martyrdom of Muslim ibn Aqil, he did not retreat. On the morning of Ashura, as the enemy advanced, he prayed:

"O God! You are my support in every sorrow, my hope in every hardship, my refuge in every trouble, and my strength in every challenge."

2. Contentment and Submission

One of Karbala's most powerful lessons is complete surrender to the will of Allah. Imam Hussain (A.S.) knew what awaited him—martyrdom, captivity of his family—but he chose the path willingly.

Before departing Mecca, he declared:

"We, the family of the Prophet, are content with what God is pleased with. We are patient in the face of trials. God rewards those who endure with patience."

3. Fulfilling Duty

Karbala teaches us the importance of fulfilling one's responsibility. Even knowing the unreliability of the people of Kufa, Imam Hussain (A.S.) responded to their repeated pleas.

Years later, Imam Khomeini remarked:

"Imam Hussain rose with a small number because he saw it as his duty to stand against evil. He gave his blood to reform the nation and bring down the banner of Yazid."

4. Freedom and Dignity

Imam Hussain (A.S.) is the master of the free—one who chose death with dignity over life with disgrace.

"This dishonourable man has left me with two choices: death or humiliation. But I will never accept disgrace. God, His Messenger, and the faithful do not permit surrender to oppressors."

Ashura teaches us that true dignity lies beyond materialism. When life is lived for eternal truths, not worldly gain, one becomes truly free.

5. Sincerity

The sincerity of Imam Hussain (A.S.) and his companions immortalized Karbala. Many claimed to support him, but only the sincere remained.

On the 9th of Muharram, he told his companions they were free to leave. To spare them embarrassment, he extinguished the lamp. When it was relit, all remained. Abbas ibn Ali (A.S.), the sons of Aqil, and Zuhayr bin Qayn declared they would never abandon him—even if killed and revived a thousand times.

6. Selflessness

Imam Hussain (A.S.) gave everything—his family, his companions—for the cause of God.

Hazrat Abul-Fadl Abbas (A.S.), when reaching the Euphrates, refused to drink, recalling the thirst of his brother and the children. He returned with water for others but embraced martyrdom still thirsty. His selflessness remains an eternal lesson.

7. Enjoining Good and Forbidding Evil

Imam Hussain's mission was rooted in moral reform. In his will to his brother, he wrote: "I have not risen out of arrogance or tyranny. I seek only to reform the nation of my grandfather. I wish to enjoin good and forbid evil, and follow the path of the Prophet and my father, Ali ibn Abi Talib."

8. Rejecting Racism

Karbala broke all racial and social barriers. Faith was the only criterion of honor. Jawn bin Huwai, a former Ethiopian slave, fought and died for Imam Hussain (A.S.). When wounded, the Imam cradled him, wept for him, and prayed for his face to shine. When the bodies were later recovered, Jawn's body emitted divine light and fragrance.

9. Ma'rifah of the Imam

At the core of Karbala was the deep recognition (ma'rifah) of the true Imam. Those who stood with Hussain (A.S.) knew who he was. Even today, those awaiting Imam Mahdi (A.J.) must cultivate the same clarity. Recognition of rightful leadership protects us from falling into the camp of modern-day Yazids.

10. Insight & Obedience to Leadership

Karbala teaches us the importance of timely awareness and obedience to righteous leadership. The movement of the Tawwabeen came too late.

Timely support for truth matters. Delays can lead to irreparable loss. In our time, insight, clarity, and firm alignment with just leadership are vital.

"Zainab Askari is a media professional with a diverse background in television and radio broadcasting, public speaking, and film jury roles across Iran. Originally from Kashmir, she continues to contribute significantly to Islamic media."

Dr. Agha Syed Mudasir Rizvi

Karbala`s Eternal Message:

A Note from the Desk of the Head, ASAR Literary Foundation on Muharram-ul-Haram

The month of Muharram arrives not like a calendar crossing out a number, but like a shadow that softens the sky. It comes draped in black and brilliance, soaked in silence and scream. It is not just the first page of the Islamic year it is a wound that refuses to heal, a memory that refuses to die, a reminder that the heart of resistance still beats in the deserts of Karbala.

We at ASAR Literary Foundation do not merely observe this month we enter it. Not with ritual alone, but with a grief that writes poems and a rage that pens revolutions. Beneath the black banners, there is beauty. In every tear shed for Imam Hussain (علیہ السلام), there is a spark of awakening.

Karbala was not a battlefield. It was a classroom. A sacred theatre of truth where a handful of thirsty souls taught eternity what it means to not bow, to not break, to not sell one›s soul. Imam Hussain (ع) didn't die he rose, so that the world might one day recognize what it means to live with dignity.

In an age haunted by soft fascisms, neon gods, and empires that drone truth from the skies, the message of Hussain (ع) walks barefoot, quietly, into the camps of the oppressed. It speaks their language. It holds their wounds. It does not negotiate with tyranny. It says: "Here I am. I will not surrender."

The Islamic Republic of Iran, shaped in the furnace of such a memory, stands today not as a utopia, not as a perfect state but as a bruised symbol of ideological defiance. Against the weapons of media, markets, and missiles, it holds up a simple banner: La Ilaha Illallah. From Palestine's shattered olive trees to the stone-throwing children of Kashmir, from the cries in Yemen to the songs of South Lebanon, this resistance is not geopolitical it is spiritual.

We say this not in propaganda, but in poetry. Not in hate, but in heartbreak.

This Muharram, we ask our youth not to be mourners alone, but to become witnesses. Let Karbala not be a story from the seventh century, but a mirror to the twenty-first. Let our pens bleed. Let our tongues shake the silence. Let our gatherings our majalis become laboratories of conscience, not just processions of memory.

«وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ»

"And those who have wronged will come to know the end to which they shall come."

And when Lady Zainab (س) stood in the ruins of a tyrant's palace and said, "I saw nothing but beauty," she wasn't speaking in metaphor. She meant it. She saw beauty in the defiance, in the refusal, in the unbrokenness of broken things.

So let us make this month not just a graveyard of memory but a greenhouse of meaning. Let us raise our voices not to scream, but to sing. Let us be Hussaini not merely in black clothes, but in the fabric of our actions, in the stitching of our silence, in the rebellion of our restraint.

This is not the time to forget.

This is the time to remember harder.

With resistance and reverence,
Syed Mudasir Hassan Rizvi
Head, ASAR Literary Foundation
Kashmir

Printer, Publisher and Owner:Waseem Raja; Editor in Chief:Waseem Raja; Sub Editor:Syed Amin Mosavi; Layout Designer: Showkat Hussain ; Graphic Designer: Elmira Davatgar Khorsand; R.N.I No:JKBIL/2015/63427; Published From:Maisuma Bazar, Gaw Kadal Srinagar Kashmir J&K,India. Admn. Office: Natipora Chowk near Irfan Colony, Srinagar; Printed at:Khidmat Offeset Press, The Bund Abi Guzar Srinagar; Contact: +91-9419001884; +91-7042875554; Email:editorwilayattimes@gmail.com; Website:www.wilayattimes.com

La Illāhā ahih korum
Wa i korum panun pān
Wūjūd travith mūjūd myūlum
Adu' bu' votus lā makān (Saqi, 29 :1985).
I decided on "There is no god but God"
And made of my self a site of revelation
Abandoning existence, I found presence
Thus have I reached the place-less place

We need to understand the theme of redemption through martyrdom by comprehending mystical view of birth as trial. The journey from forgetful soul to luminous Spirit is what constitutes the drama of birth and death before death or a sort of martyrdom.

We need to turn from moral to ontological plane to illuminate the roots of the problem of violence and evil raised starkly in Karbala or any other sacrificial response to violence. We win the greatest battle – against the self – by consenting to sacrifice it. A few concluding reflections follow to clarify how primal violence against the self saves us from need for violence against the other – redeems us – and how we win ten thousand things by becoming nothing as martyrs do:

While the dimension of mourning has been emphasized, the dimensions of beauty and thanking God for sacrifice we see in Zainab and Hussain (the latter thanked God for the sacrifice offered and prayed for it to be accepted) need to be foregorounded. The way watching a tragedy gives peculiar joy, participation in mourning for Hussain gives strange serenity as it cleanses us, uplifts us, redeems us from ugliness of the world of desire. For the consciousness that has transcended the separative and limiting principle of ego and thus time and finitude there is bliss and peace that passeth all understanding.

It is the universal experience of seers and prophets (and to a certain extent of artists) that we can escape finitude, evanescence and mortality though there are tears for misfortune and " mortal sorrows that touch the heart." By performing the supreme sacrifice of the self one is united with the Eternal, the Infinite. The cost is great as the self and its desires and the world are so dear to us but the prize is fair and the hope great as Plato said.

Muhammmad Maroof Shah has Masters in Philosophy and Veterinary Parasitology and doctorate in English on The Problem of Nihilism and Absurdist Impasse in (Post)Modern Literature: A Metaphysical Appraisal of Samuel Beckett and Albert Camus. He has authored three books The Problem of Evil in Muslim Philosophy: A Case Study of Iqbal, Muslim Modernism and the Problem of Modern Science and Perennial Philosophy in the Postmodern World: Enigma of Osho. His interests include explorations on the interface of religion, philosophy and mysticism with more focus on Islamic Tradition in dialogue with other traditions. He has widely published in journals of comparative mysticism, Muslim philosophy and literary studies. He has been a regular columnist for English newspapers.

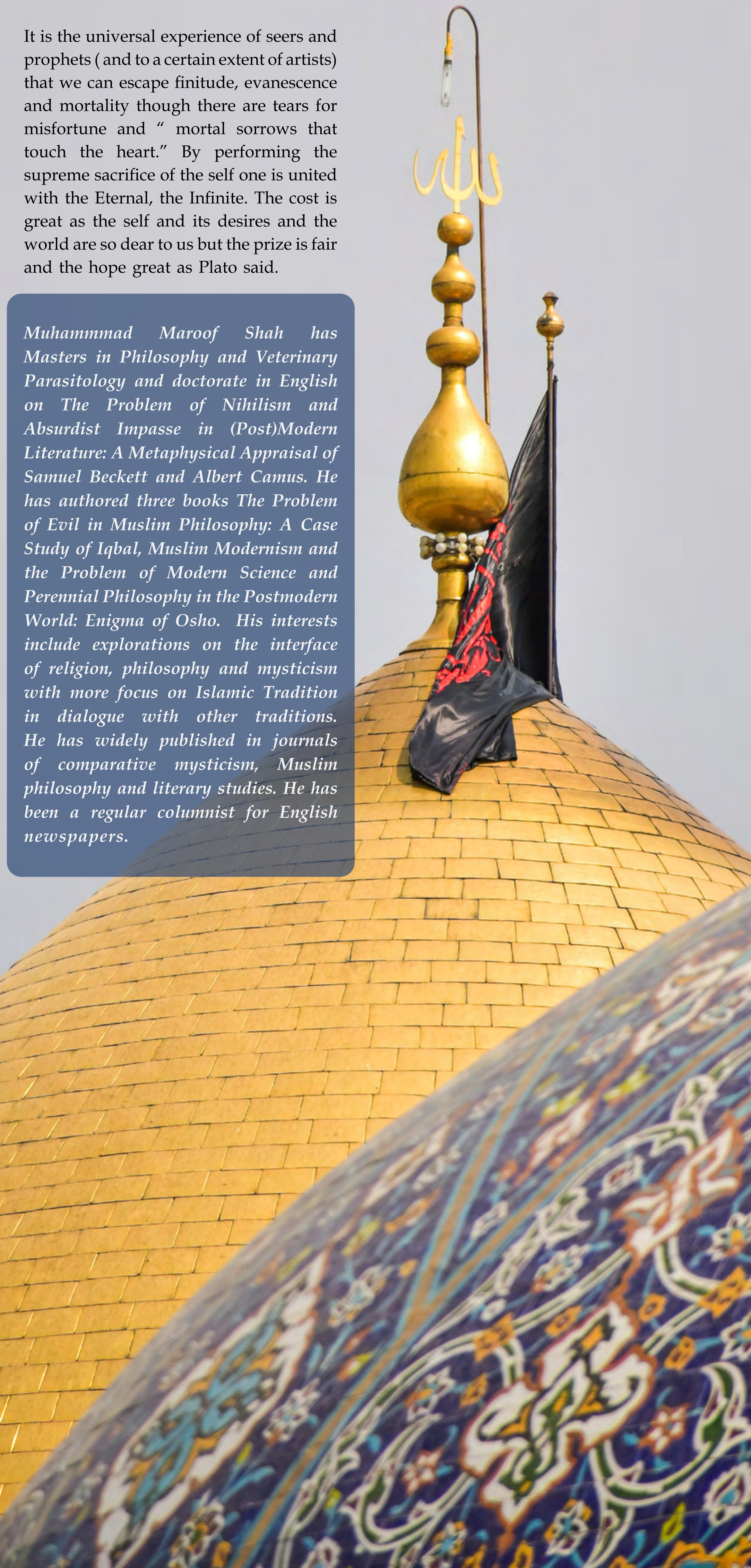

Nothing constitutes better attestation of our full participation in the realization of the universe than consent to be a martyr. And to be a martyr is to love fate, to embrace life to its hilt, to consent to die for the sake of life or what makes life worth living, to clear the path for the Being to manifest or life to unfold its great treasures. It is to be fully consumed by love so that not one's but Heavenly Father's will is done or one manifests greater glory of God. Martyrdom constitutes a test of our loyalty to truth which is divine or the name of God. It constitutes a measure of moral and spiritual excellence of man. And it involves violence against violence loving self – our animal part – and lets the Other/non-self be so that the transpersonal principle of life, Spirit, blooms. Gandhi's essential thesis was that truth lets Spirit be and to let truth bloom violence has to be eschewed. A martyr may consent to play his role in the drama of life where violence may well seem to be inflicted by him/her. However, a closer look will show that a would be martyr doesn't initiate violence and if violence is defined as untruth or obstruction to truth, he doesn't indulge in it at all. There is no violence involved at any stage in the life of a martyr. A martyr's consent to play role as a fighter for truth involve repulsing the forces of untruth with violence. Here violence is simply tough resistance to violence, If we strictly follow Gandhian framework of truth and nonviolence, there is no violence in the life of a martyr as he/she seeks to let truth/spirit be even at the cost of violence to his own life and active resistance against those who inflict violence. Although the battle at Karbala involved hell lot of violence, what is remarkable is Hussain's resolute attempt to avoid it and series of negotiations to that effect though they were in vain. Given the first principle is sacredness of life and subordination of ideology to life as noted by Ibn Arabi in his chapter on Jonah in Bezels of Wisdom, Hussain opted for saving lives and spent his eloquence for it. But beyond a point it is far more noble to die in the battleground than escape in cowardly way or let the oppressor have free hand. One can't avoid facing the difficult truth that moral and spiritual heroes in major traditions didn't choose to surrender when war was forced on them and sought to repel violence in style with all the necessary or available tools. We need to understand martyrdom as a more universal aspiration of heroic moral and spiritual life or the very essence of life divine or movement towards transcendence and then situate Hussain in its light. In this endeavour Simone Weil, herself a sort of martyr saint and first rate philosopher, may help us to explicate the higher logic of this quest.

Beauty of Karbala

Zainab's point that she saw only beauty in Karbala while echoed in Barbareeq in Mahabharata is explained by turning to mysticism. Underhill's explication of this point is worth recalling:

Underhill further explains why the lower self must be put to sword:

Only the detached and purified heart can view all things–the irrational cruelty of circumstance, the tortures of war, the apparent injustice of life, the acts and beliefs of enemy and friend–in true proportion; and reckon with calm mind the sum of evil and good. Therefore

the mystics tell us perpetually that "selfhood must be killed" before Reality can be attained. When the I, the Me, and the Mine are dead, the work of the Lord is done," says Kabir. The substance of that wrongness of act and relation which constitutes "sin" is the separation of the individual spirit from the whole; the ridiculous megalomania which makes each man the centre of his universe.

So it is disinterestedness, the saint's and poet's love of things for their own sakes, the vision of the charitable heart, which is the secret of union with Reality and the condition of all real knowledge.

With this vision in place, we see only beauty beyond and underneath the ruins of the empire of self. For the children there is only beauty and they create it by breaking things. Innocence of becoming that Nietzsche talked about can be understood in this perspective. Rabia Basri's answer to call for cursing Yazid that she has not yet finishing blessing or praising Hussain is illuminating. Ultimately we are saved by affirming/blessing life. Moral judgments are or should be in the service of furthering life. Condemnation, revenge and hell may be means but can't constitute the end or destiny of journey. It is God the forgiver of sins rather than God who condemns or takes revenge who has been emphasized by scriptures.

Martyrdom is carrying this aspiration of union too seriously and literally. It is an act of witness against the self will and affirmation of the Other/real/Truth. The truth belongs to the non-self as self is identified with the empire of the ego which is untruth or apes the reality of divine I. Iqbal defined Islam as entry into the battlefield of self sacrifice (shahadat gah-i ulfat). The Sufis have consistently defined divine life (baqa/subsistence in God) as other side of fana (annihilation of the illusory self). In fact the key practice of attention to breath results in sharpening of awareness in whose light one sees the world as against the fog projected by an illusory ego that construes the world as an object of appropriation or conquest. Nund Rishi realized the meaning of the fundamental doctrine of faith after sacrificing the self for the Only Existent, the non-self.

is not perceived so. To quote him: "Now I say that when external harm befalls a good or just person, and he is not excited by it and the peace in his remains undisturbed, then what I have been saying is verified: the just are not troubled by anything that befalls them. If, however, a man is troubled by some external harm, then truly it is only fair and just of God to have ordained that the harm befall the man who could believe himself just and yet be upset by so little a thing. And if it is just of God, then truly the man need not mind but he ought far more to rejoice than he does at his own life…" He maintains that "I further maintain that sorrow comes of loving what I cannot have. If I am sad about my own losses that is a sure sign that I love external things and really enjoy my sorrow and disease. What wonder, then, that I grow sad, loving my affliction and sorrow, if my heart seeks what it has lost and my mind attributes to things what belongs to God alone?" I turn toward the creature from which discomfort comes in course and turn away from him from whom joy and comfort naturally come. What wonder, then, that I am sad and grow sadder? Truly it is impossible either for God or the world that any person should ever find true comfort when he looks to a creature for it, but those who only love God in the creature and the creature only in God shall discover real, true, and apposite comfort on all sides." If we ponder on these quotes we will never suffer again or complain about it . But the question is are we ready to acknowledge our creaturely status – in fact nothingness in the face of the Real, to truly submit or surrender to God –i.e., be Muslims or are we prepared to love him and to be just. Can we love God and Justice for one day alone to see for ourselves how sorrow loses its sting? Onus lies on us. We need to justify ourselves. God has no need to hire an advocate to justify His ways to men. His prophets are not His advocates. We are the guilty and we stand condemned and we judge ourselves and invite the pain that follows suffering. For saints suffering continues but it no longer pinches or drives them to despair. They welcome it as God's kiss. God kisses hard out of great love. Are we capable of enjoying these kisses and discerning mercy in apparent torture? Can we once say inalillahi wa inna illahi rajiuon and mean it. If we are for God and not our own property and God is our home, origin and destiny then what ground is there for suffering. I have yet to meet a single person who could say and mean inna liilahi… when (s)he suffered personal loss - say of death in family or loss of money/respect/prestige.

Appreciating Underlying Mercy

I again recall a passage explaining the role of adversaries:

Villains in the drama of life, like Satan in the cosmic drama, have a role that must be recognized. All things, save God's Face/Being are destined to perish. There remains a terrible beauty behind every event of which Yeats talks. The cosmic dance appreciated in a Unitarian vision "justifies" all and our task remains both of contemplation of the unity/transcendence of opposites and joining the dance and siding with justice at the dualistic plane on which drama of unity unfolds. A world without Hussain and Karbala would be an impoverished world in both moral and aesthetic terms where much of the fire of love and passion and warmth of tears and the wild cry for justice would be absent. Moralism should not blind us to the element of beauty and limitations of moralistic-legalistic response. "Lives become petty and laughable to the extent that they shy away from the presence of the tragic. And to the extent that they participate in a sacred horror, they become human. It may be that this paradox is too great and to difficult to uphold: still, it is no less the truth of life than blood is."

Both Nietzsche and Ibn Arabi take the divine viewpoint in asserting perfection of everything, in declaring that will to power or will to exist is primordial and can't be understood in any other terms. To be or to exist or will to existence as such is an act of mercy and thus blessing. This is a grand refutation of all pessimistic thought currents that deny this attribute existence to mercy or identify the two. The perfect man sees things from the station of no-station which is supramoral or beyond good and evil. That means he can't suffer from the vice of moral indignation. In fact moralism is foreign to integral Traditions as Guenon has remarked. The perfect man and Zarathustra seem to take into account engendering command that brings existents into existence. It is Allah rather than the God the Revealer, the Avenger, that is privileged in ontological or metaphysical as distinct from religious viewpoint. However the rights of the human viewpoint or humanity are better recognized by Ibn Arabi than Nietzsche as he given due recognition to the question of felicity which is human prerogative and from which point of view humans need to be careful in taking cognizance of certain names in preference to others. For Nietzsche God as Al-Hadi (The Guide) and as Al-Mudhill (One who leads astray) are equivalent. The greatness of Zarathustra lies in affirming existence with all its horror including the possibility of human damnation. Ibn Arabi would remind us of the Quranic dictum to remember God through beautiful Names.

Understanding Innocence and Blame

I recall another passage of mine

To the objection that Hussain was blameless, Simone Weil would say that he shared the blame of being. It has been rightly noted that if our being were not ultimately a scandal, there would have been no death. And one's being innocent in ordinary sense makes one better able to carry the cross in style. Martyrdom is no punishment. How do we know, as Socrates long back pointed out, that death is a punishment? To quote Weil, "If a human being who is in a state of perfection and has through grace completely destroyed the 'I' in himself, falls into that degree of affliction which corresponds for him to the destruction of the 'I' from outside - we have there the cross in its fullness. Affliction can no longer destroy the 'I' in him for the 'I' in him no longer exists, having completely disappeared and left the place to God."

Aspiration for Martyrdom

Raimon Panniker has stated:

The "end of Man," then, is not individual happiness but full participation in the realization of the universe—in which one finds as well one's "own" joy . . . You need not worry about your own salvation or even perfection. You let live, you let be. You don't feel so much the need to interfere with Nature as to enhance, collaborate, and "allow" her to be.

expression is hell – accomplishes purification and why should the noblest and most virtuous humans – prophets/ sages – be chosen to suffer in style?

Why Innocent Good People Suffer?

It is good and not lamentable that good people suffer. Moral and spiritual beauty (odyssey of soul making) is born from or hidden beneath the vale of tears. Pain is megaphone of God as Donne noted. Let us explain in light of teachings of one of the greatest sages of the Western world, Meister Eckhart, why good people suffer. It needs to be noted that Eckhart seems to echo insights that are well known in the world of Sufism and Muslim philosophy. Some salient points from Eckhart follow.

For Eckhart the quickest horse that carries you to perfection is suffering. For him we suffer because we invite it. To quote him: "If I am sad for passing things, not loving God with all my heart nor even giving him the love he might justly expect to meet in me, what wonder if God ordained that I should still suffer loss and pain." Eckhart's argument is simple and straight forward that if one is good and believes God to be good and in control there is absolutely no ground for getting sad and troubled. By definition there can be no good man who doesn't want what God wants, "because it is not possible that God should not want anything but goodness, and just because of this, when God does want something, it must be not only for the good but for the best." We have been taught to pray that God's will be done. From this it follows that we have no ground for complaint for whatever happens by the will of God. Seneca when asked what comfort might be best for those in misery has expressed this Christian-Islamic insight thus: "It is for man to take everything that comes as if he had asked for it, nay, as if he had prayed for it." Those who have truly surrendered or submitted to the will of Allah seek only to glorify, to please God. Their prayer is 'God! Grant us the will to will whatsoever You will.' This is a corollary of the station of rida that Sufis seek. Eckhart has quoted a prayer from a non-Christian authority in this connection: "Lord, supreme Father and only Master of high heaven, I am ready for anything you will; only give me the will to want what you will."

One can quote dozens of Sufi sayings in this connection. Just one will suffice from Ba Yazid: "I only will not to will." Hell is nothing but self will procured by sin which is a form of self-love. William Law has expressed this point succinctly. "See here the whole truth in short. All sin, death, damnation, and hell is nothing else but this kingdom of self, or the various operations of self-love, self esteem, and self seeking which separate the soul from God, and end in eternal death and hell." Man must endure without resentment every accident that befalls him and live without appeal, without any need to be consoled, without impatient prayers (which are only petitions - real prayer is gratitude to existence,) for change of fortune and resolutely, heroically face the nothingness at the heart of every existent. There is no respect for the individual, his wishes, sighs and dreams. No remedy for the pains that flesh is heir to is there. Saints love God/world in all circumstances and find Him equally present in everything, pleasant or painful. They are nonjudgmental as Christ teaches. They have perfected the art of attention. They don't wish to be spared.

Eckhart questions those who are astonished to see good man suffer and attribute it to obscure sins. To quote him again: "…if it were pain and misery and only these that the man felt, he would not be good or without sin; but if a person is good, his suffering doesn't mean pain, unhappiness, or misery to him but rather a great delight and blessing. The Lord says: Blessed are they that suffer for God and righteousness." He formulates a test to determine whether a given case of suffering is an expression of punishment or azab or test/trial of God. "If you wish to know rightly whether your suffering is yours or of God, you can tell in the following way. If you are suffering because of yourself, whatever the manner, that suffering hurts and is hard to bear. If you suffer for God's sake and for God alone, that suffering doesn't hurt and is not hard to bear, for God takes the burden of it… what one suffers through God and for God alone is made sweet and easy."

Eckhart maintains that "Things cannot comfort or satisfy a good man but, rather, anything other than God or alien to him will be painful. He will always say: Lord God, when you send me elsewhere than into your own presence, give me then another you; for you are my comfort and I want you only… He cogently defends his thesis that no evil befalls a just person or

Witnessing Hussain (AS):

Beauty and Gratitude in Karbala

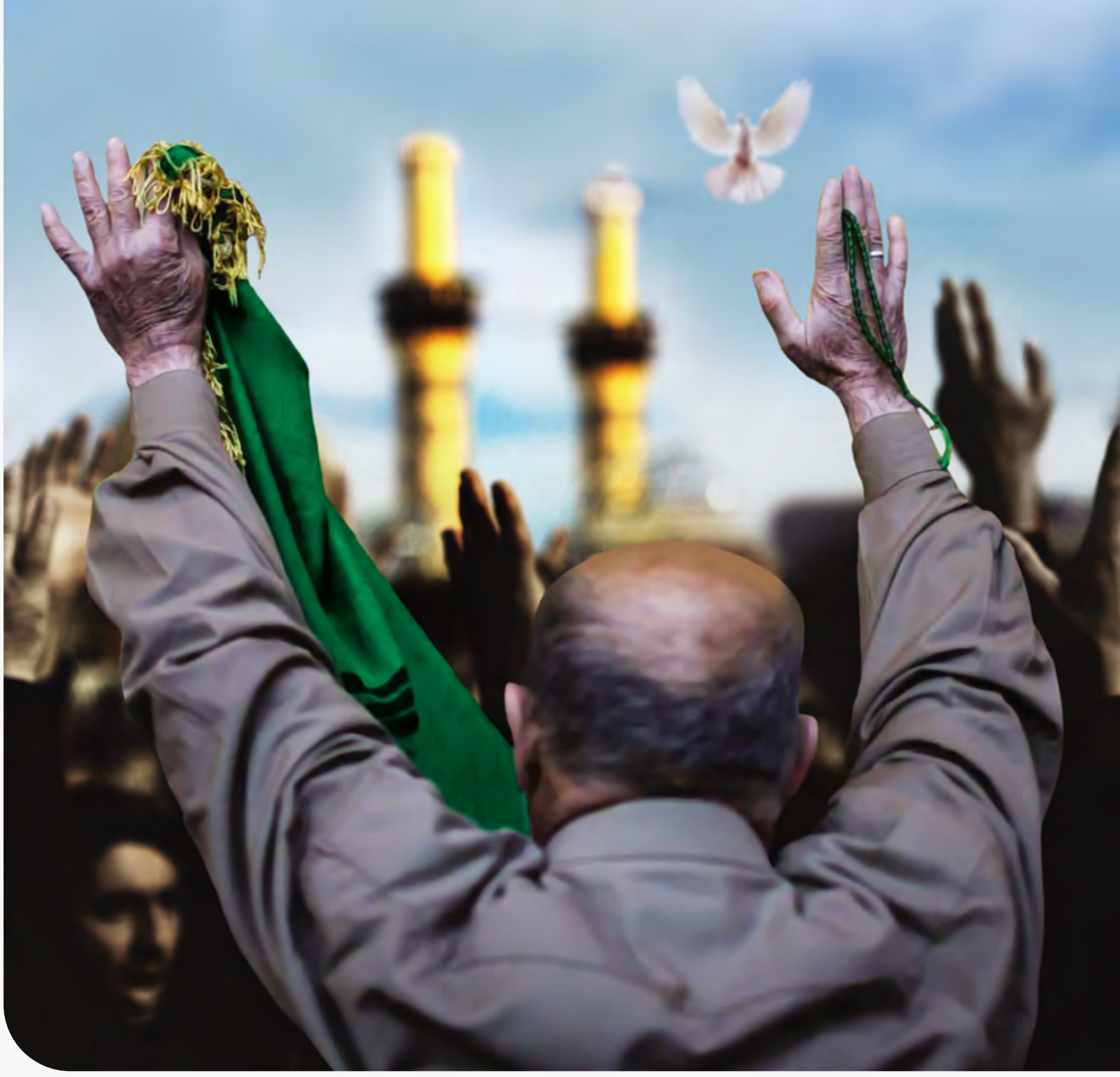

Dr.Muhammad Maroof Shah

اين حسين كيست كه عالم همه ديوانه اوست
اين چه شمعي است كه جانها همه پروانه اوست
هر كجا مي نگرم نور رخش جلوه گر است
هر كجا مي گذرم جلوه مستانه اوست
هر كسي ميل سوي كرب و بلايش دارد
من چه دانم كه چه سريست به در خانه اوست
هر مكاني كه بود بزم سعادت برپا
زينت بزم زجانبازي مردانه اوست
اين چه نوريست كه اندر دل هر خرد و كبار
هر دلي مي نگرم منزل كاشانه اوست

Who is this Hussain whom the whole world is insane about

What candle is this that the hearts are like butterfly's around

The life of our regretting soul is thirsty for his goblet

Who is this Hussain whom the whole world is insane about

What candle is this that the hearts butterfly around

The one who was killed for the love of Hussain is more alive

Wherever I look, the light of his Visage radiates about

Wherever I pass, I see his ecstatic resemblance (trans. on https://www.shiachat.com/forum/topic/235013139)

We need to talk about Hussain (alyhis-salam) every Muharram because every year the cycle of life is renewed. We need beautiful sad songs and tears to water life. We need to appreciate terrible beauty of life. We need to embrace the greatest adventure of conscious dying or martyrdom. We need to relive epic of Karbala to teach an ethic of sacrifice and compassion and witnessing the truth. With Hussain as a moral and spiritual exemplar of authentic life, we get a compass in the midst of cacophony of voices. Given "the hottest places in hell are reserved for those who, in times of great moral crisis, maintain their neutrality" we need to choose our loyalty everyday in a world full of complacent posturing. However we are in a strange world where some voices In a world where trials are launched against Socrates, Jesus and Hussain, Although Imam Hussain has won the hearts of not only masses but intellectual and spiritual elite, some dissenting voices object to the need for courting and suffering passion play, for the ritual of azadari and for not taking the path of reconciliation with power. These voices advising or criticizing him on this or that account have been more recently vying for attention. These voices invoke such key arguments as why should innocents suffer or be scapegoats and ask why can't violence have been avoided at all costs. But they fail to convince. Let us understand why.

Let me begin by recalling my own words:

Sunni-Shia polemic over Karbala and debates over other choices offered to Imam Hussain may be put in perspective by noting that the latter tried to achieve objective of setting right time out of joint without uprising and without inviting death for anyone. But things are as they are – where ill will ("cursed spite") has its way. And this means unavoidable tragedy. And point to be noted is Hussain thanked God for the sacrifice offered. In fact tragedies, mournings and elegies accomplish certain ends and help express certain truths of spirit and as such are found everywhere in the world. Religion is sacrifice, a point illustrated across traditions (a brilliant exposition one may find in Ananada Coomaraswamy's Hinduism and Buddhism).The world is a product of sacrifice by the Supreme Self. Violence we find in institutions of sacrifice is part of the kitty of psycho-spiritual health – one needs to review the debate on violence and the Sacred in philosophy and anthropology to appreciate how violence – of which ultimate

This rule highlights the idea that a martyr's death often serves as a powerful catalyst for change, inspiring movements, and shifting the course of history even after their physical demise. This principle suggests that while a tyrant's reign ends with their death, a martyr's legacy and the principles they stood for can gain greater influence and momentum, effectively initiating a new era of thought or action.

Firm loyalty and bravery of the companions of Imam Husayn (A), in the face of devastating odds provide an example of stanch faith and commitment to righteousness.

Despite facing persecution, Imam Husayn (A) and his companions demonstrated kindness, equality, and respect towards all, even their enemies. They exemplified patience and modesty, even in the face of suffering and adversity.

According to Imam Ayatollah Roohullah Khomeini the tragedy of Karbala is the symbol of blood's triumph-the blood of the martyrs-over the sword. This event transformed not only the history of Islam but also human history forever.

Freedom is at the core of Imam Hussein's message. The Imam fought for freedom of all humanity. He fought against tyranny, exploitation and injustice. He knowingly chose death because it was the Will of God. In his speech delivered before his journey to Iraq, he spoke of his choice in the following words:

O God, You know that we did not seek, in what we have done, acquisition of power, or ephemeral possessions. Rather, we seek to manifest the truths of Your religion and establish righteousness in Your lands, so that the wronged among Your servants may be vindicated, and that men may abide by the duties (fara'id), laws (sunan) and Your ordinances (ahkam).

In essence, the message of Karbala is a timeless call to action, urging individuals to stand for what is right, to resist oppression, and to uphold the values of justice, equality, and human dignity. The events of Karbala represent the moral courage and unwavering commitment of individuals who were willing to give up their lives to protect the values they held dear. Their willingness to endure unimaginable suffering rather than compromise their principles is a powerful lesson in integrity and righteousness.

Karbala is a protest against injustice and tyranny. Imam Hussain (A), along with a small group of loyal companions and family members, stood against the oppressive and mighty rule of Yazid, who sought to impose his will on the Muslims. Despite knowing the fact that they had no means and resources to defend their principles and maintain their dignity, the Imam and his companions refused to submit to tyranny and injustice.

The message of Karbala serves as an inspiration for anyone striving for justice, freedom, and human rights. Karbala reminds us that even in the darkest moments, hope and courage can shine through, inspiring generations to come.

The legacy of Karbala endures in the collective consciousness of humanity, reminding us of the importance of empathy and compassion. The tragedy of Karbala evokes a deep sense of mourning and sorrow, uniting people across diverse backgrounds in shared grief. This sense of shared grief fosters empathy and connects people on a profound emotional level, fostering bonds of solidarity and compassion.

The message of Karbala also highlights the significance of unity among the oppressed. Despite the numerical disadvantage, Imam Hussain's camp remained united and steadfast. The bonds of kinship, faith, and shared purpose unified them, demonstrating the strength that lies in unity when facing oppressive forces.

The everlasting message of Karbala is a timeless call to uphold truth and justice, even in the face of overwhelming odds and oppression. The battle of Karbala, where Imam Husayn and his family were martyred, serves as a powerful reminder that standing up against injustice is a moral imperative, regardless of the consequences.

Imam Hussain (A)'s sacrifice and his struggle at Karbala undoubtedly form an epoch-making chapter of the history of Islam and Muslims and their determination in the cause of Islam. This was not a personal struggle of the grandson of the Prophet (S) and the beloved son of Imam Ali (A) and Hazrat Fatima (A), but a historical record that illustrates true Islamic leadership and an exemplary character of a person who made a sincere attempt at safeguarding the ideology of Islam with an intention to retain it as an exact replica of the set up of the Prophetic era. The hero of this great event beside being the grandson of the Messanger of Allah (S), but is also one who occupied a position of honour in the Islamic society. His life and martyrdom not only provide an occasion for mourning and tears, but they infuse in believers a fervent desire for sacrifice and illuminate the existing system of life with the beacon light of truth and justice. Thus, it may be seen how Husain's performance is intimately associated with the collective life of the Muslim community. This is the essence of the event that deserves our attention.

موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید
این دو قوّت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوّتِ شبیری است
باطِل آخر داغِ حسرت میری است

(Moses and Pharoah, Hussain and Yazid

They are, but the conflicting forces of life

Truth survives and triumphs because of Hussain

False hood is destined to meet with failure and grief)

Justice Hakim Imtiyaz Hussain is a distinguished legal expert, former judge of the Jammu and Kashmir High Court, and ex-member of the State Accountability Commission. Renowned for his contributions to law, religion, and history, he has authored several acclaimed books, including works on Muslim personal law, judicial service, The Shias of Jammu and Kashmir, Azadari Hazrat Imam Hussain and the socio-religious history of Kashmir. His legal scholarship and reformative role in various state commissions mark him as a respected figure in India's judicial and intellectual circles.

The everlasting message of Karbala

Justice Hakim Imtiyaz Hussain

تا قیامت قطعِ استبداد کرد
موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد

(Through his ultimate sacrifice in Karbala, and by steadfastly refusing to pledge allegiance to the tyrannical and illegitimate caliph Yazid, Imam Hussain (A) for ever delegitimized autocracy and dictatorship within Islam.

Imam Hussain (A)'s blood nourished the burgeoning garden of human freedom and dignity in Islamic history and ideology).

The event of Karbala has attained a prominent place among all historical events of selflessness, justice and sacrifice. Karbala represents, on one hand, the tragic event, in so far as suppression of truthful persons are concerned, and provides, on the other, a horrifying example of barbarism, in so far as atrocities of temporal authority is concerned.

This battle took place at Karbala, now a city in Iraq (situated near Kufa) in 680 CE between Imam Hussain (A), the third Imam and the grandson of Prophet Muhammad (peace be upon him and his progeny), and the despotic Umayyad ruler Yazid.

A unique feature of this event is that for the last 1400 years it continues to shape the values of justice, sacrifice, and standing against oppression.

The shocking assassination of the family members of the Messenger of Allah (S) and the companions of Imam Hussain (A) is the most painful and tragic incident of the Islamic history which provides us with an enduring lesson that commitment to truth and justice requires unwavering dedication, even at the cost of offering one's life for the cause.

The exemplary conduct displayed by Imam Husain (A) teaches us to make sacrifice for truth without caring for the consequences. If the temporal authority is aggressive, sacrifice on the part of the followers of truth becomes all the more essential. Number or the lack of resources can not deter those who are on right path to continue their struggle.

One of the everlasting messages from the martyrdom of Imam Hussian (A) is that the Imam preferred to die but didn't compromise with a tyrant ruler.

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؑ

(He (Imam Hussain (A)) gave his head but not yielded to Yazid

The fact is that he (Imam Hussain(A)) is the defender of the basis of Islam)

The event of Karbala is a powerful example of resisting tyranny and oppression, urging individuals to stand up against injustice in all its forms.

کرتی رہے گی پیش شہادت حسینؑ کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

(The great sacrifice of Imam Hussain (A) gives us the message and sets up the principle that even if you are martyred and you are beheaded and your head raised on a spear, you shouls never obey the tyrant)

The Battle of Karbala serves as a everlasting reminder of the struggle between good and evil, and the firm obligation to uphold truth and righteousness. It unfolded on the tenth day of Muharram, known as Ashura, a day that has become a symbol of resistance, spirit, and selflessness among Muslims.

The message of Karbala is above sectarian boundaries and speaks to universal human values like justice, equality, and the importance of human dignity.

The tragedy encourages individuals to transform their characters, beliefs, and actions to align with these values. It also teaches that those who uphold their principles, like Imam Hussain (A) and his companions, achieve immortality, while those who commit injustice will ultimately face eternal damnation.

'The tyrant dies and his rule is over;

a martyr dies and his rule begins'. (Soren Kierkegaard)

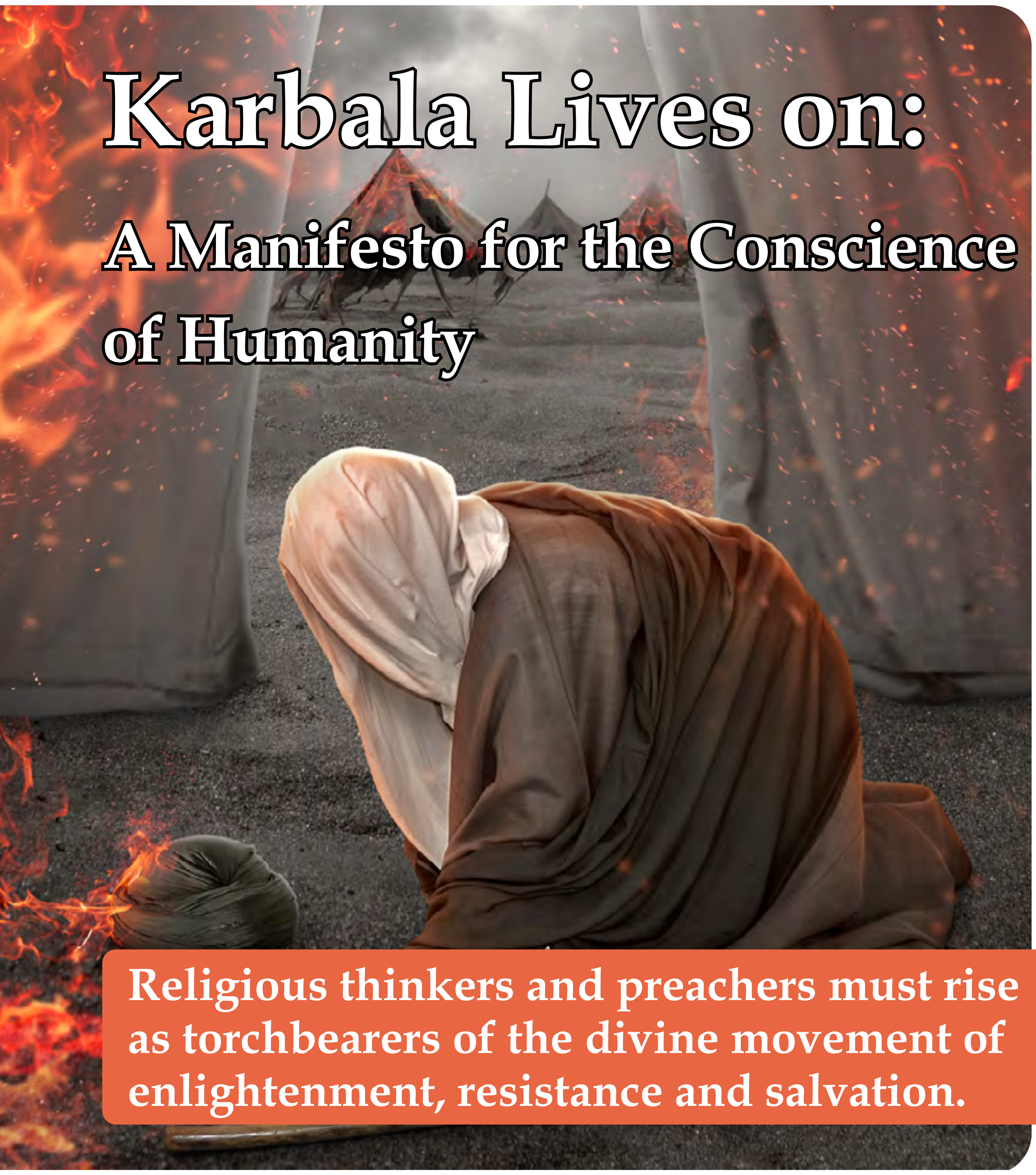

Karbala Lives on:

A Manifesto for the Conscience of Humanity

Religious thinkers and preachers must rise as torchbearers of the divine movement of enlightenment, resistance and salvation.

Ayatollah Ali Abbasi

Chancellor of Al-Mustafa International University Iran

Ayatollah Ali Abbasi, Renowned Iranian Educationist and Chancellor of the World-Renowned Al-Mustafa International University, Delivers Muharram Message for Wilayat Times.

In this special Muharram edition of Wilayat Times, Ayatollah Ali Abbasi highlights the profound teachings and timeless lessons of Karbala, offering valuable reflections for scholars, preachers, and all seekers of enlightenment. The message is as follows:

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین وصلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین

السلام علیک یا ثاراللہ وابن ثارہ

Karbala is not merely a historical event consigned to the past, but a symbol that continues to resonate as a paradigm of fight between the truth and falsehood from the time of Prophet Adam (A.S) to the Final Seal of Prophets, Muhammad (S.A.W.W), and continues with the Last Seal of the Successors, Imam al-Mahdi (may Allah hasten his reappearance).

According to the Divine Will, Karbala stands as a pivotal moment in history, an uprising of the righteous against the falsehood, undertaken to establish justice and uphold truth. This struggle will endure until it reaches its ultimate culmination in the universal governance of the righteous under the leadership of the awaited savior, Imam Mahdi (A.J).

The sacred blood of Aba Abdillah al-Hussain (A.S) , the Tharallah, whose martyrdom is considered a divine cause—continues to pulse through the conscience of the world. This sacred uprising will persist until the day of reappearance and will never be extinguished.

Ashura is a school filled with diverse lessons and inspirations; a profound epic of divine; a magnificent canvas adorned with the sublime teachings of Islam and the guidance of the Ahlulbayt (peace be upon them); and a mirror that reflects all celestial and human virtues.

Thus, Ashura has emerged as a vibrant and timeless movement that has illuminated hearts and inspired generations through the ages.

The school of Ashura offers rich and transformative lessons across ethical, spiritual, devotional, mystical, social, and political dimensions. Among its eternal teachings are:

- Unyielding resistance against oppression and refusal to submit to tyrants.
- Embodying love, compassion, and unity among the supporters of truth.
- Maintaining a deep bond with the Holy Qur'an and prayer, even amidst the severest trials.
- Turning supplication and intimate discourse with God into life's most precious moments.
- Preserving hope and confidence in the triumph of truth, even in the darkest hours.
- Upholding truth, patience, and steadfastness in the face of falsehood.
- Exemplary loyalty and commitment to the divine leadership and Imamate.
- Establishing congregational prayer under all circumstances, even in the battlefield.
- Today, humanity and the Muslim world are in urgent need of returning to the glorious school of Karbala and emulating the eternal exemplars of Ashura.

Therefore, the free people of the world must, along with sincere and heartfelt mourning, strive to promote the lofty ideals, noble values, and culture-building message of the Ashura uprising—especially in this era of the Islamic Revolution and global awakening.

Religious scholars, preachers, and thinkers must remain at the forefront of this divine, Husayni and Zaynabi movement of enlightenment and guidance.

11th Year of Publication Srinagar

WILAYAT TIMES

Weekly

Vol:11 | Issue No:26 | Pages:40 | Date:8th July 2025 to 14th July 2025